سیرت
حضرت ابوبکر صدیقؓ
مرتبہ
مفتی محمد اشرف
ناشر
مکتبہ حاجی نیاز احمد
ناشران تاجران کتب
061-513863

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

افضل البشر بعد الانبیاء، خلیفہ رسول و امام سیّد اہل تجرید پیشوا ارباب تفرید امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم پاک عبد اللہ، کنیت ابو بکر، جبکہ لقب صدیق اور عتیق ہے۔

شجرہ نسب

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے یوں ہے:۔

عبد اللہ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی۔ آپ کا سلسلہ نسب مرہ بن کعب پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے۔ والدہ کی طرف سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ اُم الخیر سلمٰی بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کی کنیت اُم الخیر تھی جو آپ کے والد کے چچا کی بیٹی تھیں۔ (طبقات ابن سعد۔ سفینۃ الاولیاء)

اسم پاک

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم پاک عبد اللہ ہے۔ گھر والوں نے آپ کا نام عبد اللہ رکھا تھا مگر آپ اپنی کنیت ابو بکر سے زیادہ مشہور ہیں۔

لقب پاک عتیق

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لقب عتیق کے بارے میں مختلف روایات ہیں، اس ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ ایک دن والد محترم حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، یا ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ تعالیٰ نے تمہیں آگ سے آزاد فرما دیا۔ چنانچہ آپ اُسی دن سے عتیق کے نام سے مشہور ہو گئے۔ (ترمذی۔ حاکم)

ایک اور روایت جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی مروی ہے، فرماتی ہیں کہ ایک دن میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیت اطہر کے دالان میں تھی اور دالان پر پردہ پڑا ہوا تھا صحن میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف فرما تھے۔ اسی اثناء میں والد محترم تشریف لائے ان کو دیکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جو چاہتا ہو کہ آگ سے آزاد شدہ شخص کو دیکھے تو وہ ابو بکر کو دیکھ لے۔ (ابو یعلیٰ، ابن سعد، حاکم)

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ عتیق کا لقب آپ کی سرخ و سفید رنگت ہونے کے باعث دیا گیا جبکہ بعض کا یہ کہنا ہے کہ چونکہ آپ پاک وصاف اور اعلیٰ نسب تھے اور آپ کے نسب میں کوئی ایسا شخص نہیں گذرا جس پر کوئی عیب لگایا گیا ہو اس لئے آپ کو عتیق کا لقب عطا کیا گیا۔

اس ضمن میں بعض کا یہ کہنا ہے کہ آپ کی خوبصورتی کے باعث آپ کو یہ لقب ملا اور آپ کے حسن وجمال کی وجہ سے آپ کو عتیق کہا جاتا ہے۔ اس روایت کو طبری نے بھی لکھا ہے۔ (واللہ اعلم)

لقب مبارک صدیق

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لقب صدیق کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ چونکہ آپ ہمیشہ سچ بولا کرتے تھے اور حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر خبر پر تصدیق کرنے میں سبقت فرماتے تھے اس لئے آپ کو صدیق کے لقب سے پکارا گیا، سیرت ابن ہشام اور دیگر کتب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس لقب کے بارے میں تحریر ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ معراج کی سب سے پہلے تصدیق کی چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو صدیق کے لقب سے نوازا۔ اس ضمن میں حضرت اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ جناب ابو طالب کی صاحبزادی ہیں بیان فرماتی ہیں کہ جس رات حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج مبارک ہوئی اس رات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ہی گھر میں تھے اور میرے ہی گھر میں آرام فرما رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء پڑھی، اس کے بعد آرام فرمایا اور ہم بھی سوگئے۔ جب فجر سے ذرا پہلے کا وقت تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں جگایا اور نماز پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا، اے اُم ہانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آج رات مجھے بیت المقدس لے جایا گیا وہاں سے آسمانوں پر پہنچایا گیا پھر صبح سے پہلے واپس لایا گیا۔

حضرت اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے تاکہ باہر تشریف لے جائیں تو میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر مبارک کا کنارہ پکڑ لیا اور عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ بات لوگوں کے سامنے بیان نہ فرمایئے گا وہ یقین نہیں کریں گے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جھٹلائیں گے اور تکلیف دیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں تو ضرور بیان کروں گا۔ چنانچہ جب سورج طلوع ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح سویرے ہی گھر سے نکل پڑے میں نے اپنی ایک حبشی لونڈی سے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے جانا کہ تو سن سکے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں سے کیا فرماتے ہیں؟ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوگ اس بات کا کیا جواب دیتے ہیں۔

اس واقعہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لائے اور بیٹھ گئے کیونکہ قریش کی طرف سے تکذیب اور کم ظرفوں کے مذاق کا خدشہ تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے کہ ابو جہل آیا اور طنزیہ انداز میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور مذاق کے لہجہ میں کہنے لگا، اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! کوئی نئی چیز ظاہر ہوئی ہے اور عجیب و غریب معانی سے کوئی حقیقت حاصل ہوئی ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں آج میں نے ایک ایسا سفر کیا ہے جو کسی نے نہیں کیا اور ایسی خبر لایا ہوں کہ آج تک کوئی نہیں لایا۔ ابو جہل کہنے لگا، کہاں تک کا سفر کیا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بیت المقدس اور پھر وہاں سے آسمانوں کے طبقات تک گیا۔ اُس نے کہا آج رات گئے اور صبح کو مکہ میں تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ کہنے لگا ایسی بات کو قوم کے سامنے بیان فرمائیں گے؟ ارشاد فرمایا ہاں۔ چنانچہ یہ سنتے ہی ابو جہل چیخ کر اُٹھا اور زور زور سے کہنے لگا، اے گروہ بنی کعب! اے گروہ بنی لوی! ادھر آؤ۔ جب لوگ اس کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے تو وہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا، اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! آپ نے جو کچھ مجھ سے فرمایا ہے، ان لوگوں کے سامنے بھی بیان فرمائیے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، رات مجھے بیت المقدس لے جایا گیا پھر وہاں سے آسمان پر۔

تمام لوگ یہ سن کر حیران ہو گئے کیونکہ ان کی ناقص عقلوں میں یہ بات ناممکنات میں سے تھی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب بیت المقدس سے جبرائیل علیہ السلام کے ہمراہ صحرائے ذی طوی میں جو مکہ مکرمہ کے قریب ہے پہنچے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اس معراج کے واقعہ کی میری تصدیق کون کرے گا اور میری یہ بات کون تسلیم کرے گا کہ مجھے اس تھوڑے سے وقت میں یہ دولت وسعادت حاصل ہوئی ہے کہ دونوں جہانوں سے باہر لے جا کر پھر واپس اس جہان میں لایا گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا، پرواہ مت کیجئے اگر یہ تصدیق نہ کریں گے تو آپ کی تصدیق سب سے پہلے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کریں گے۔

ابو جہل لعین اور دیگر لوگوں نے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے معراج کی بات سنی تو بہت ہی زیادہ حیرانی میں کھو گئے۔ ابو جہل کے ہاتھ میں گویا کوئی بات آ گئی تھی وہ اپنی دانست میں بڑا خوش تھا کہ اس واقعہ کی تصدیق تو کوئی بھی نہیں کریگا کیونکہ بظاہر تو ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ اُسے یہ علم تھا کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریبی ساتھیوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ قریب ہیں۔ لہٰذا کیوں نہ سب سے پہلے اُن کو یہ عجیب بات بتائی جائے تا کہ وہ بھی سن کر تعجب کا اظہار کریں اور اسے ناممکنات میں شمار کریں اس سے شاید قریش کو کچھ فائدہ مل جائے چنانچہ یہ سوچ کر ابو جہل بعض منافقین کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا، آپ اپنے ساتھی کے پاس جایئے تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ ابو جہل نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ رات مجھے بیت المقدس میں لے گئے حالانکہ رات وہ قوم میں تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، کیا یہ بات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی ہے؟ ابو جہل نے کہا ہاں۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً بولے کوئی حیرانی کی بات نہیں۔ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آسمانی خبروں کی تصدیق کرتا ہوں۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں کہ میں ساتوں آسمانوں سے بھی آگے نکل گیا اور پھر واپس بھی آ گیا تو بھی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہوں۔ ابو جہل نے یہ دیکھا تو کہنے لگا، میں نے کسی ساتھی کو اپنے ساتھی کی اس طرح تصدیق کرنے والا نہیں دیکھا، جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ وہ بھی یہی دعویٰ کرتا ہے۔

ابو جہل یہاں سے ناکام و نامراد ہو کر واپس ہوا اُس کے جانے کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور پوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے رات آسمانوں پر لے جایا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں میں نے کہا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیسے ہوا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شروع سے آخر تک بیان فرمایا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان فرماتے جاتے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی ہر بات ختم کرنے پر یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے سچ فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقعہ سنا چکے تو فرمایا اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم میری ہر بات کی تصدیق کرتے ہو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیسے تصدیق نہ کروں وہ اللہ جس نے جبرائیل علیہ السلام کو ہزار مرتبہ نیچے اُتارا، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو بھی زمین سے آسمان پر لے جا سکتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس دن حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق کا لقب عطا ہوا۔ کیونکہ سب سے پہلے جس نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معراج پاک کی تصدیق کی وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور جس شخص نے سب سے پہلے جھٹلایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کی وہ ابو جہل لعین تھا۔ چنانچہ اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معراج پاک کی تصدیق کرتا ہے وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیروکار ہے اور جو شخص انکار کرتا ہے وہ ابو جہل کی پیروی کرتا ہے۔

ولادت با سعادت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت کی بابت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادت حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے دو برس دو ماہ قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی اس حوالے سے "سفینۃ الاولیاء" کے مصنف داراشکوہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت واقعہ فیل کے دو سال چار مہینہ بعد ہوئی۔

اخلاق و کردار

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاہلیت کے زمانہ سے ہی اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ والد ماجد نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں شراب کا قطرہ تک نہ چکھا تھا حالانکہ مکہ والے شراب کے نہ صرف عادی بلکہ شوقین تھے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نرم دل اور شریفانہ طبیعت رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قلبِ سلیم کی دولت عطا کی ہوئی تھی یہی وجہ تھی کہ اپنی قوم کے اکثر گمراہ کن اعتقادات اور عادات رسوم وغیرہ سے اپنے آپ کو دور رکھتے تھے۔ آپ کے اخلاق و کردار کے حوالے سے ابن ہشام تحریر فرماتے ہیں کہ

"ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم میں بہت تعلقات رکھنے والے محبوب، نرم اخلاق، قریش میں بہترین نسب والے تھے، قریش کے انساب کا انہیں تمام قریش سے زیادہ علم تھا اور ان کی اچھائی برائی کو سب سے زیادہ جانتے تھے، تجارت کرتے تھے، خوش مزاج تھے۔ حُسن معاملات کے سبب سے قوم کے تمام افراد آپ کے پاس آتے اور آپ سے تعلقات رکھتے تھے۔"

(سیرت ابن ہشام)

حلیہ مبارک

آپ کے حلیہ مبارک کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ آپ ہمیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلیہ کے متعلق آگاہ فرمائیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ کی رنگت سفید، بدن دُبلا تھا۔ دونوں رخسار اندر کو دبے ہوئے تھے۔ چہرے پر گوشت زیادہ نہ تھا، پیشانی ہمیشہ عرق آلود رہتی تھی اور پیشانی کشادہ و بلند تھی۔ ہمیشہ نگاہیں نیچی رکھتے تھے، انگلیوں کی جڑیں گوشت سے خالی تھیں، حنا اور کسم کا خضاب لگاتے تھے۔ پیٹ اتنا بڑھا ہوا تھا کہ آپ کا آزار اکثر نیچے کھسک جاتا تھا۔ (ابن سعد)

قبول اسلام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ واحد شخصیت ہیں کہ مردوں میں سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا۔ امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ سب سے پہلے اسلام کس نے قبول کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ اس بارے میں محمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن حصین تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے جس کسی کو اسلام کی دعوت دی اس نے کچھ نہ کچھ تردد اور ہچکچاہٹ کا اظہار کیا، سوائے ابو بکر بن ابی قحافہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے۔ جب میں نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے بغیر کسی تامل کے فوراً اسلام قبول کر لیا"۔

روایت میں آپ کے قبولِ اسلام کے بارے میں مختلف انداز سے واقعات بیان کئے گئے ہیں ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعثت نبوی سے پہلے میں تجارت کے سلسلہ میں یمن کے سفر پر گیا ہوا تھا وہاں پر میں قبیلہ ازد کے ایک انتہائی بوڑھے شخص کے پاس گیا جس نے آسمانی کتب پڑھی ہوئی تھیں، اس بوڑھے نے جب مجھے دیکھا تو کہنے لگا، میرے خیال میں تمہارا تعلق حرم کعبہ سے لگتا ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ تو اس نے پوچھا، آپ کا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ میں نے کہا بنی تیم سے تعلق رکھتا ہوں۔ وہ کہنے لگا ایک نشانی باقی رہ گئی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کون سی نشانی؟ بوڑھا شخص کہنے لگا آپ اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹائیں میں نے کہا جب تک آپ اپنا مدعا بیان نہیں کرتے اس وقت تک میں اپنے پیٹ سے کپڑا نہیں ہٹاؤں گا۔ اس پر بوڑھے نے کہنا شروع کیا کہ میں نے آسمانی کتب میں پڑھا ہے کہ حرم پاک میں ایک پیغمبر مبعوث ہوگا اس کے دو دوست ہوں گے ایک جوان اور دوسرا ادھیڑ عمر، جوان مستقبل میں بہت سی پریشانیوں اور دشواریوں کو رفع کرے گا جبکہ ادھیڑ عمر لاغر جسم اور سفید چہرے والا ہو گا، اس کے پیٹ پر سیاہ داغ بائیں ران کی طرف نشانی ہے، میرے خیال میں آپ ہی وہ شخص ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اس نشانی کو آپ کے پیٹ پر دیکھوں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیٹ سے کپڑا اُٹھا دیا میں نے دیکھا کہ میری ناف کے اوپر ایک سیاہ تل ہے بوڑھے نے جب دیکھا تو فوراً پکار اُٹھا، ربِ کعبہ کی قسم! وہ ادھیڑ عمر آپ ہی ہیں۔ اس کے بعد میں یمن تجارت سے فارغ ہونے کے بعد واپسی پر اس بوڑھے سے الوداعی ملاقات کرنے آیا تو اس بوڑھے نے کہا، میرے پاس اس نبی برحق کی شان میں چند اشعار ہیں، آپ ان اشعار کو نبی برحق (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمتِ اقدس میں پہنچا دیں، میں نے کہا میں ضرور ان اشعار کو بارگاہِ نبوی میں پہنچا دوں گا۔ اس بوڑھے سے اشعار سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یاد کر لئے اور مکہ مکرمہ میں

واپس تشریف لے آئے۔ جب آپ اپنے گھر پہنچ گئے تو ابو البختری، شیبہ، عتبہ بن ابی معیط اور چند قریشی اکٹھے ہو کر آپ سے ملنے کیلئے آئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے کوئی نئی چیز تم لوگوں کے درمیان پیدا ہو گئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا اس سے زیادہ نئی چیز کیا ہو گی کہ ابو طالب کے یتیم بھتیجے نے اٹھ کر نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور ہمیں کہتا ہے کہ تم باطل ہو اور تمہارے آباؤ اجداد بھی باطل پر تھے۔ اگر آپ کی مدد اور حمایت اُسے حاصل نہ ہوتی تو ہم خود اس سے نبٹ لیتے چونکہ آپ اس کے دوست ہیں اس لئے آپ خود اس سے مل کر معاملے کو ختم کریں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان باتوں کو تسلّی و اطمینان سے سنا اور ان کو سمجھا بجھا کر واپس بھیج دیا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاشانہ نبوت کے باہر جا کر کھڑے ہو گئے۔ جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت اطہر سے باہر تشریف لائے تو عرض کیا، یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم)! یہ کیا معاملہ ہے جو آپ کی طرف سے باتیں بیان کی جا رہی ہیں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں آپ مجھ پر ایمان لے آیئے تا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو اور جہنم سے ہمیشہ کیلئے نجات مل جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! آپ کے پاس اپنے دعویٰ کی کیا دلیل ہے؟ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میری دلیل وہ بوڑھا ہے جس سے آپ نے یمن میں ملاقات کی تھی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاملے کو آگے بڑھاتے ہوئے ازراہِ تجسس کہا، میں تو یمن میں بہت سے بوڑھوں کے ساتھ ملا ہوں اور ان کے ساتھ تجارت کا معاملہ کیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کی بات سمجھ گئے اور ارشاد فرمایا، اے ابو بکر! میں اس بوڑھے کی بات کر رہا ہوں جس نے بارہ اشعار امانت کے طور پر تمہیں دیئے تھے تا کہ مجھ تک پہنچا دو۔ اس کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ بارہ اشعار بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا دیئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیران ہو کر پوچھا، اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کو اس معاملے کی خبر کس نے دی؟ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اس کی خبر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اپنا دستِ اقدس بڑھایئے میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی دولت سے اپنے آپ کو مشرف فرمایا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبولِ اسلام کے بارے میں ایک واقعہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ چاند کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آسمان سے نیچے خانہ کعبہ میں گر پڑا ہے۔ اس چاند کے ٹکڑے مکہ مکرمہ کے ہر گھر میں گرے۔ اچانک وہ تمام ٹکڑے اکٹھے ہو کر اپنی پہلے والی شکل میں آگئے اور آسمان کی طرف چلے گئے لیکن وہ ٹکڑا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں گرا تھا وہ وہیں رہ گیا۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ چاند کے تمام ٹکڑے اکٹھے ہو کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر آگئے اور آپ نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا، اگلی صبح جب آپ بیدار ہوئے تو اس عجیب و غریب خواب کی تعبیر معلوم کرنے کیلئے ایک بہت بڑے یہودی عالم کے پاس تشریف لے گئے اور اس یہودی عالم نے آپ سے کہا کہ یہ پریشان کن خوابوں میں سے ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

کچھ مدت اسی طرح گزر گئی ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت کے سلسلہ میں دورانِ سفیر بحیرا راہب کے پاس گئے اور اس سے اپنے خواب کی تعبیر دریافت کی، بحیرا راہب نے خواب سن کر پوچھا، آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں قریشی ہوں۔ بحیرا نے کہا، اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں تمہارے درمیان ایک پیغمبر کا ظہور ہو گا جس کی ہدایت کا نور مکہ مکرمہ کے ہر گھر میں پہنچے گا اور آپ ان کی حیاتِ طیبہ میں ان کے وزیر ہوں گے اور ان کے وصال کے بعد ان کے خلیفہ ہونگے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اس خواب کو چھپائے رکھتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا کی ہدایت کیلئے بھیجا جب مجھے نبوت کے ظہور کی خبر ہوئی میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ میں نے عرض کیا کہ ہر نبی کی نبوت پر ایک دلیل ہوتی تھی، آپ کی نشانی و معجزہ کیا ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نبوت کی دلیل وہ خواب ہے کہ جو تم نے دیکھا تھا اور یہودی عالم نے تمہیں اس کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا تھا کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں جبکہ بحیرہ راہب نے اس کی اس طرح تعبیر کی تھی۔ میں نے دریافت کیا، آپ کو اس بات کی خبر کس نے دی ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی ہے۔ میں نے کہا، اس سے زیادہ میں آپ سے کوئی روشن دلیل نہیں پوچھتا چنانچہ کلمہ اسلام پڑھا اور ایمان لے آئے۔

"نزہۃ المجالس" میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ اس طرح ہے کہ آپ ملک شام میں گئے ہوئے تھے کہ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ چاند اور سورج آسمان سے اُتر کر ان کی گود میں آن پڑے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاند اور سورج کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور ان کو اپنی چادر کے اندر کر لیا۔ صبح جب بیدار ہوئے تو ایک عیسائی راہب کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے اس خواب کی تعبیر دریافت فرمائی۔ راہب نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا، میں ابو بکر ہوں اور مکہ مکرمہ کا رہنے والا ہوں۔ راہب نے پوچھا، آپ کا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ آپ نے فرمایا، میں بنو ہاشم سے ہوں۔ پوچھا آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ فرمایا تجارت۔ اس کے بعد راہب نے کہا، غور سے میری بات سنو! نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہو چکی ہے ان کا تعلق بھی قبیلہ بنی ہاشم سے ہے اور وہ آخری نبی ہیں، اگر ان کا ظہور نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کو پیدا نہ فرماتا اور نہ ہی کسی نبی کو پیدا فرماتا وہ اوّلین و آخرین کے سردار ہیں۔ اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم اس کے دین میں شامل ہو گے اور اس کے وزیر اور اس کے بعد خلیفہ ہو گے۔ یہ تو ہے تمہارے خواب کی تعبیر اور یہ بات بھی سن لو کہ میں نے تورات و انجیل میں اس نبی برحق کی تعریف و توصیف پڑھی ہے اور میں اس پر ایمان لا چکا ہوں اور مسلمان ہوں مگر عیسائیوں کے خوف کی وجہ سے اپنے ایمان کا اظہار نہیں کرتا۔

اپنے خواب کی یہ تعبیر سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں عشقِ رسول کا جذبہ بیدار ہو گیا چنانچہ آپ فوری طور پر مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کی سعادت حاصل کی اور اپنی آنکھوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار پُر نور سے ٹھنڈا کیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم آگئے اب جلدی کرو اور دینِ حق میں داخل ہو جاؤ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ٹھیک ہے لیکن کوئی معجزہ تو دکھائیں۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خواب جو تم نے شام میں دیکھا تھا اور اس راہب سے اس خواب کی تعبیر سن کر آئے ہو میرا ہی تو معجزہ ہے یہ سنتے ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکار اُٹھے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے سچ فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ کے رسول برحق ہیں۔

آپ کے قبولِ اسلام کے بارے میں ایک روایت ابن عساکر نے حضرت عیسیٰ بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے بیان کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور زید بن عمرو بن نفیل کھڑا ہوا تھا کہ اسی دوران اُمیہ بن ابی صلب میرے پاس آیا اور میری خیریت پوچھی۔ میں نے کہا کہ میں ٹھیک ہوں۔ پھر اس نے دینِ حق کے بارے میں ایک شعر پڑھا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ پیغمبر منتظر کی ولادت ہمارے خاندان میں ہو گی یا آپ کے خاندان میں؟

فرماتے ہیں کہ اس وقت تک میں نے نبی منتظر کے بارے میں کچھ نہیں سنا تھا کہ ان کی بعثت کب ہوگی؟ چنانچہ میں ورقہ بن نوفل کے پاس گیا جو آسمانی کتابوں پر گہری نگاہ رکھتے تھے اور اکثر ان کے منہ سے ایسی باتیں نکلتی تھیں کہ جن کا کوئی مطلب میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ ان سے میں نے تمام واقعہ بیان کیا۔ اُنہوں نے مجھ سے یہ واقعہ سنا تو کہا، اے میرے بھائی! میں آسمانی کتابوں کا عالم ہوں اور ان آسمانی علوم کو جانتا ہوں، نبی آخر الزمان ملکِ عرب کے وسط میں نسب کے لحاظ سے پیدا ہوں گے اور ان کے نسب کے بارے میں جانتا ہوں۔ چونکہ نسب کے لحاظ سے تمہارا تعلق بھی وسط عرب سے ہے اس لئے اُن کی ولادت تم ہی میں سے ہوگی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا، وہ کیا تعلیم دیں گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کی تعلیم یہی ہوگی کہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، نہ کسی غیر پر ظلم کرو، اور نہ خود مظلوم بنو۔ یہ باتیں سن کر میں واپس آگیا اور پھر جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے میں نے فوراً اسلام قبول کرلیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔

شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ سب سے پہلے اسلام کس نے قبول کیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور تم نے حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ اشعار تو سنے ہوں گے:۔

اذا تذکرت شجوا من اَخی ثقه

جب تم کسی کا رنگ و غم یاد کرو۔

فاذکرا خاك ابو بکر بما فعلا

تو ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی یاد رکھو۔

خیر البریه اتقاها واعدلها

وہ دنیا میں سب سے زیادہ متقی اور عادل تھے۔

الا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم و اوفاها بما سهلا

سوائے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آپ سب سے زیادہ وفادار اور صلح کار تھے۔

والثانی الثانی المحمود مشهده

آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رجوع ہونے والے اور یارِ غار تھے۔

و اول الناس منهم صدق الرسلا

اور آپ ہی سب سے پہلے رسول اللہ کی تصدیق کرنے والے تھے۔

تبلیغ اسلام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو آپ نے اس کا اظہار کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف لوگوں کو دعوت دینا بھی شروع فرما دیا اور دینِ اسلام کی تبلیغ میں کوشاں ہوگئے، آپ نے قوم کے ان تمام افراد کو اسلام کی طرف بلانا شروع کر دیا جن پر آپ بھروسہ رکھتے تھے اور جو آپ کے ساتھ تعلقات رکھتے تھے آپ کے پاس آتے جاتے تھے اور اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ چونکہ آپ لوگوں میں بے حد ہر دلعزیز تھے اور لوگوں کے دلوں میں آپ کی بے حد عزت و محبت تھی۔ اس لئے آپ کی کوشش سے بہت جلد بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ کی اوّلین تبلیغ سے جن بلند مرتبہ لوگوں نے دعوتِ حق پر لبیک کہا اُن کا شمار عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوا۔

آپ کی کوششوں سے جن شخصیات نے اسلام قبول کیا اُن میں حضرت عثمان غنی، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں، ان شخصیات نے جب دعوتِ حق کو قبول کر لیا تو آپ ان کو ساتھ لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام قبول کیا۔ (سیرت ابن ہشام)

مظلوموں کی اعانت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت رقیق القلب اور رحمدل تھے کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی ہوتا دیکھ کر برداشت نہ کرسکتے تھے اور ہر ممکن طرح سے کوشش کرتے کہ جس پر ظلم ہو رہا ہے اُسے ظلم و ستم سے نجات دلائیں۔ اسلام کے ابتدائی دور میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لائے کفار نے اُن پر ظلم و ستم کی انتہا کردی، اُن پر ہر طریقے سے ظلم کے پہاڑ توڑے، غلاموں اور لونڈیوں میں سے جنہوں نے اسلام کی دعوت پر لبیک کہا اُن پر مظالم کی انتہا کردی گئی، ظلم کا ہر طریقہ ان کے ساتھ روا رکھا گیا اور دینِ اسلام سے پھرنے کیلئے شدید سختیاں کیں مگر وہ عظیم مسلمان دینِ اسلام پر ثابت قدمی سے ڈٹے رہے۔ کفار کے ظلم و ستم کا نشانہ بننے والے بہت سے مسلمانوں کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کوشش و ہمت سے کفار کے چنگل سے رِہائی دلائی۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اعانت

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرلینے کے بعد اُمیہ بن خلف اور اس کے چیلے ایک مدت تک حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تشدد کرتے رہے۔ ظلم و تشدد کا یہ سلسلہ کسی دن بھی نہ ٹوٹتا تھا ہر روز تشدد و اذیت کا عمل دہرایا جاتا تھا، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دینِ حق سے باز رکھنے کی خاطر اذیت کا ہر حربہ استعمال کیا جاتا تھا، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہونے والے ظلم و تشدد کی مکمل خبر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بارے میں سخت بے چین تھے۔ چونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر بنو جُمح کے محلہ میں ہی تھا اس لئے آپ ہر روز حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہونے والے مظالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور بہت بے تاب ہوتے، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُمیہ بن خلف کے ظلم سے بچانے کیلئے کافی سوچ بچار کی، ایک دن جبکہ اُمیہ بن خلف نے ظلم و تشدد کی انتہا کردی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مزید برداشت نہ ہوسکا اور اُمیہ کے پاس جا پہنچے اور اس سے فرمایا، اے اُمیہ! اس بے چارے غلام پر اس قدر ظلم نہ کرو، اس میں تمہارا کیا نقصان ہے کہ وہ خدائے واحد کی عبادت کرتا ہے اگر تو اس پر مہربانی کرے گا تو یہ مہربانی قیامت کے دن تیرے کام آئے گی۔ اُمیہ بن خلف انتہائی حقارت آمیز انداز میں بولا، میں تمہارے قیامت کے دن کو نہیں مانتا، میرے دل میں جو آئے گا میں کروں گا، غلام میرا ہے میں جو مرضی اس کے ساتھ سلوک کروں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُمیہ کو پھر نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی کہ تم قوت والے ہو یہ غلام تو بے بس ہے اس پر اس قدر ظلم و تشدد کرنا تمہاری شان کے خلاف ہے تم ایسا کر کے عربوں کی قومی روایات کو داغدار نہ کرو۔ غرضیکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح اُمیہ بن خلف کے ساتھ بحث کرتے رہے، آخر کار اُمیہ بن خلف اس بحث سے تنگ آ گیا اور بولا اے قحافہ کے بیٹے! اگر اس غلام کے تم اتنے ہی خیر خواہ ہو تو مجھ سے اسے خرید کیوں نہیں لیتے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موقع غنیمت جانا فوراً ارشاد فرمایا، کیا قیمت لو گے؟ اُمیہ بن خلف بڑا چالاک آدمی تھا اس نے خیال کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک ایسا غلام ہے جس کی قیمت اہل مکہ کے نزدیک بہت زیادہ ہے۔ فسطاس نامی یہ غلام بڑے کام کا ہے اور بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بدلے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی بھی فسطاس کو دینے پر رضامند نہیں ہوں گے اس طرح اس بحث و مباحثہ سے خلاصی ہو جائیگی۔ چنانچہ اس خیال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جھٹ سے بولا، تم مجھے اپنا رومی غلام فسطاس دے دو اور بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لے جاؤ۔ ادھر اُمیہ بن خلف کے منہ سے یہ بات نکلی اُدھر فوراً ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سودے کو منظور فرما لیا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدلے میں اپنا غلام فسطاس دینے پر تیار ہو گئے، اُمیہ نے جب یہ دیکھا کہ بات اتنی جلدی بن گئی ہے تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی اب اس نے پینترا بدلا اور کہنے لگا کہ میں فسطاس بھی لوں گا اور اس کے ساتھ چالیس اوقیہ چاندی بھی لوں گا۔ اُمیہ کا خیال تھا کہ اس مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں مانیں گے مگر وہ یہ سن کر حیران رہ گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات پر بھی رضامند ہو گئے اس طرح سودا طے ہو گیا، اُمیہ اس زعم میں مبتلا تھا کہ اس نے بڑے ہی نفع کا سودا کیا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر کے چالیس اوقیہ چاندی اور فسطاس غلام لے لیا، اس سودے پر اُمیہ بہت خوش تھا، گھمنڈ میں آکر ہنسا اور بولا اے قحافہ کے بیٹے! اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو اس غلام کو ایک دِرہم کے چھٹے حصے کے بدلے میں بھی کبھی نہ خریدتا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا، اے اُمیہ! تو اس غلام کی قدر و قیمت کو نہیں جانتا اس کی قدر مجھ سے پوچھ، یمن کی بادشاہی بھی اس کے عوض میں کم ہے۔ یہ فرما کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر چل پڑے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پہنچے اس واقعہ کے بارے میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا، ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! مجھے بھی اس نیک کام میں شریک کر لو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! گواہ رہئے کہ میں نے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو آزاد کر لیا ہے۔ اس پر حضور رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

والد کا مشورہ

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکہ مکرمہ میں دستور تھا کہ آپ بوڑھے مردوں اور بوڑھی عورتوں کو جب وہ اسلام قبول کر لیتے تو ان کو خرید کر آزاد فرما دیتے تھے، ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد محترم نے کہا، اے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بوڑھے لوگوں کو خرید کر غلامی سے آزاد کر رہے ہو اگر تم بوڑھوں کی بجائے قوی اور جوان لوگوں کو خرید کر آزاد کرو تو وہ تمہارا ساتھ دیں گے، تم کو نقصان سے محفوظ رکھیں گے اور تمہاری مدافعت کریں گے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے والد محترم! اس سے میرا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی آزاد کرایا۔ جو ایک مشرک کے غلام تھے اور اسلام قبول کرنے کی پاداش میں وہ مشرک ان پر ظلم و ستم کیا کرتا تھا۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرتِ مدینہ کے سفر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھے۔ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک اور بیرِ معونہ کی جنگ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

نہدیہ اور بنت نہدیہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہدیہ اور ان کی بیٹی کو بھی کفار کے ظلم سے نجات دلائی۔ یہ دونوں بنی عبد الدار کی ایک عورت کی مِلک تھیں۔ مالکہ نے نہدیہ اور ان کی بیٹی کو آٹا پیسنے کیلئے دیا اور قسم کھاتے ہوئے کہا، ربِّ کعبہ کی قسم! میں تمہیں کبھی آزاد نہ کروں گی۔ اتفاق سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے گزر رہے تھے، فرمانے لگے، اے فلاں شخص کی ماں! اپنی قسم توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کر دے، اُس عورت نے کہا تم ہی نے تو ان کو بگاڑا ہے۔ تم ہی ان کو آزاد کراؤ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تو ان کو کتنے میں دے گی؟ اس نے رقم بتائی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں نے انہیں خرید لیا اور اب وہ آزاد ہیں۔ اس کے ساتھ ہی نہدیہ اور ان کی بیٹی سے فرمایا کہ اس کی چیز واپس کر دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ابھی واپس کر دیں یا کام پورا کر کے یعنی پیس کر دیں۔ ارشاد فرمایا، جس طرح تمہاری مرضی۔ (سیرت ابن ہشام)

اس کے علاوہ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سے مظلوم مسلمانوں کی اعانت فرمائی جن میں اُم عبیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بنی مومل کی ایک لونڈی شامل ہیں۔

جان نثاری

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اپنی نبوت و رسالت کا اعلان کیا اور لوگوں کو دینِ اسلام کی دعوت دی تو مشرکینِ مکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالف ہوگئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایذارسانی کے درپے ہوگئے، تکالیف پہنچانے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مشرکین کی زیادتیوں کا نشانہ بھی بننا پڑتا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات بھی کچھ ایسے ہی تھے کہ قبولِ اسلام کے باعث مشرکین آپ کو بھی تکالیف پہنچانے سے باز نہ آتے تھے۔ مگر اس کے باوجود جب کبھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ مشرکینِ مکہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکالیف پہنچا رہے ہیں تو اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بچانے کیلئے آگے بڑھتے اور مشرکین کے چنگل سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھڑاتے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے اور آپ کا شمار نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عظیم جانثاروں میں ہوتا ہے۔ آپ کی جرأت و جانثاری کے چند عملی نمونے ذیل میں صفحات کی زینت بنائے جاتے ہیں۔

اللہ ہی پروردگار ہے

ایک مرتبہ ایک کافر نے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گردن مبارک اس زور سے پکڑی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت تکلیف محسوس ہوئی عین اُس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ درمیان میں آگئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گلے پڑنے والے بدبخت کافر کو پیچھے ہٹایا وہ کافر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چڑھ دوڑا اور آپ پر حملہ آور ہوگیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو پکڑ کر اس قدر زور سے گھسیٹا کہ داڑھی مبارک کے اکثر بال اُکھڑ گئے اور سر اقدس پھٹ گیا۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اُس بدبخت نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر اور چہرہ مبارک پر اپنی جوتیاں ماریں کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے مگر آفرین ہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کہ اس حالت میں بھی برابر یہی فرماتے رہے کہ تم ایسے شخص کو مار ڈالنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور وہ یقیناً اپنے ربّ کی جانب سے دلائل اور نشانیاں لائے ہیں۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

اس ضمن میں ابن ہشام تحریر فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قریش کے ہاتھوں سب سے زیادہ تکلیف اُس وقت پہنچی جب اللہ تعالیٰ نے بت پرستی کی مذمت میں قرآن پاک کی آیاتِ مبارکہ نازل فرمائیں۔ اس پر قریش خانہ کعبہ میں اِکٹھے ہوئے اور ان میں سے ایک شخص گویا ہوا، تم لوگوں نے سن لیا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! بتوں کے بارے میں کیا الفاظ کہتا ہے۔ یہ صرف تم لوگوں کی کمزوری کی وجہ سے ہوا ہے، وہ تمہارے دین اور تمہارے بتوں کے بارے میں جس قسم کے الفاظ چاہتا ہے کہتا ہے مگر تم خاموش رہتے ہو۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ادھر سے گزرے۔ مشرکین نے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو یکدم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھپٹ پڑے اور کہنے لگے، تم نے ہمارے بتوں کے بارے میں یہ الفاظ کہے ہیں؟ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک میں نے ہی یہ الفاظ کہے ہیں۔ اس پر ایک شخص آگے بڑھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر مبارک چھین کر اسی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گلہ گھونٹنے لگا۔ اسی اثناء میں ادھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کے نرغے میں دیکھ کر آگے بڑھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان سے چھڑاتے ہوئے ان لوگوں سے فرمایا، کیا تم ایک شخص کو صرف اس لئے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ راوی کا کہنا ہے کہ یہ وہ دن تھا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کے ہاتھوں سخت ترین تکلیف پہنچی۔ (سیرت ابن ہشام)

جرأت و بہادری

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جاں نثاری کیلئے جرأت و بہادری کے بھرپور جذبے سے کام لیا اور اس معاملہ میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کی۔ ایک مرتبہ لوگوں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا، سب سے بہادر آپ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تو ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑ سے لڑتا ہوں۔ اس صورت میں مَیں کیسے سب سے زیادہ بہادر ہوا؟ تم بتاؤ کہ کون سب سے زیادہ بہادر ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نہیں جانتے، آپ ہی ارشاد فرمائیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ بہادر اور دلیر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ سنو ہم نے غزوۂ بدر کے دن حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ایک سائبان بنایا تھا۔ پھر ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ (اس سائبان میں) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کون رہے گا؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی کافر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حملہ کر دے۔ بخدا ہم میں سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھا تھا کہ اسی اثناء میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے اور پھر کسی کافر کو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ آپ کے پاس بھی آسکتا۔ اگر کسی نے ایسی جرأت کا مظاہرہ کرنے کی کوشش بھی کی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً اس پر حملہ آور ہو گئے۔ اس لئے سب سے زیادہ بہادر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔ (البزار)

ہجرت

حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا کہ کفار کی طرف سے مسلمانوں کو اذیتیں اور تکالیف بہت زیادہ پہنچ رہی ہیں اور مشرکین کی زیادتیوں میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ اگر تم لوگ حبشہ کی سرزمین کی طرف ہجرت کر جاؤ (تو بہتر ہے) کہ وہاں کے بادشاہ کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا اور وہ سچائی والی سرزمین ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان آفات سے جن میں تم مبتلا ہو کوئی کشائش پیدا کردے۔

پہلی ہجرت حبشہ

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے بہت سے مسلمان کفار کے ظلم وستم سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کیلئے سرزمین حبشہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے یہ پہلی ہجرت تھی جو اسلام میں ہوئی، حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ آپ نے کفار کی زیادتیوں کے باعث رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت لی اور ضروری تیاری کرکے حبشہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ اثنائے راہ میں مقام برک الغماد پہنچے تو قارہ کے رئیس ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔ ابن الدغنہ نے آپ کو دیکھا تو پوچھا، ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں کسی اور ملک کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہوں تاکہ وہاں پر آزادی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔ آپ کی بات سن کر ابن الدغنہ نے (دکھ بھرے) لہجہ میں کہا، آپ جیسے شخص کو جلاوطن نہیں کیا جاسکتا آپ تو غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرتے ہیں۔ قرابت داروں کا خیال رکھتے ہیں، مصیبت زدگان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی اعانت کرتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ (میں آپ کو جانے نہیں دوں گا) میرے ساتھ واپس چلیں اور اپنے وطن میں رہ کر اپنے پروردگار کی عبادت کریں۔ چنانچہ ابن الدغنہ کے اصرار پر آپ اس کے ساتھ واپس مکہ مکرمہ آگئے۔

مکہ مکرمہ میں پہنچنے کے بعد ابن الدغنہ نے یہ اعلان کیا کہ آج سے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری امان میں ہیں۔ قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو تسلیم کرلیا، لیکن انہوں نے ابن الدغنہ سے کہا کہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سمجھادو کہ وہ جس طرح اور جب چاہیں اپنے معبود کی عبادت کریں مگر یہ عبادت اپنے گھر کے اندر کریں گھر سے باہر عبادت کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنارکھی تھی اور اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ مشرکین مکہ نے اس پر بھی اعتراض کرنا شروع کردیا اور آخر ایک دن ابن الدغنہ سے اس بات کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے تمہاری ضمانت پر ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں چھپ کر اپنے معبود کی عبادت کریں مگر وہ گھر کے صحن میں بنی ہوئی مسجد میں اعلان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اس سے ہمیں خدشہ ہے کہ اس کا اثر ہماری عورتوں اور

بچوں پر نہ پڑے اور وہ اپنے باپ دادا کے مذہب سے پھر نہ جائیں۔ اس لئے تم ان کو آگاہ کر دو کہ وہ اس سے باز آجائیں ورنہ تمہاری امان وضمانت سے اپنے آپ کو بری سمجھیں۔

قریش کے کہنے پر ابن الدغنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا، آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں نے کس شرط پر آپ کی حفاظت کا ذِمہ لیا ہے۔ اس لئے یا تو آپ اس شرط کے مطابق رہیں یا پھر مجھے اس ذمہ داری سے بری سمجھیں گے کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ عرب میں میرے متعلق یہ مشہور ہو کہ میں نے کسی کے ساتھ بدعہدی کی ہے۔ ابن الدغنہ کی بات سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی بے پروائی سے جواب دیا کہ مجھے تمہاری امان کی ضرورت نہیں۔ میرے لئے اللہ اور اس کے رسول کی امان ہی کافی ہے۔ (چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پناہ سے نکل آئے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھروسہ پر مکہ مکرمہ میں رہنے لگے) اس کے بعد ابن الدغنہ قریش کے پاس واپس آیا اور کہنے لگا اے گروہِ قریش! ابن قحافہ نے میری امان مجھے واپس کر دی ہے۔ اب تم جیسے چاہو ان کے ساتھ سلوک کرو۔ راوی کا کہنا ہے کہ اس کے بعد ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبۃ اللہ شریف کی طرف جا رہے تھے کہ قریش کے کمینوں میں سے ایک کمینہ شخص نے تھوڑی سی مٹی اُٹھا کر آپ کے سر مبارک پر ڈال دی اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے ولید بن مغیرہ یا عاص بن وائل کا گزار ہوا تو آپ نے فرمایا، کیا تم ان کمینوں کے کاموں کو نہیں دیکھ رہے؟ اس نے جواب دیا یہ تو وہ چیز ہے جو تم اپنے آپ سے خود کر رہے ہو۔ راوی کہتا ہے کہ (یہ بات سن کر) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف یہ فرمایا، اے پروردگار! تو کس قدر حلیم ہے، اے پروردگار! تو کس قدر حلیم ہے، اے پروردگار! تو کس قدر حلیم ہے۔

(بخاری شریف، سیرت ابن ہشام)

ہجرت مدینہ

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے جب مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جانے کے بعد مکہ مکرمہ میں اپنی ہجرت کی اجازت کے ملنے کا انتظار فرماتے رہے اور مکہ مکرمہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی دوسرا شخص نہ رہ گیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کرتے تھے، اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے، جلدی نہ کرو، شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی ساتھی پیدا کر دے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا آپ اس کے اُمیدوار ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہاں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توقف فرمایا اور دو اونٹ خرید لئے اور انہیں اپنے گھر میں ہی چارہ ڈالتے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ ان سے ہجرت کے سفر میں کام لیا جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دوپہر کے وقت شدید گرمی میں گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت دھوپ میں چادر مبارک لپیٹے ہوئے تشریف لائے، حالانکہ ایسے وقت میں گھر سے وہی نکلتا ہے جس کو کوئی شدید معاملہ درپیش ہو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کا اس وقت تشریف لانا کسی شدید ضرورت کی بناء پر ہی ہوگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی ایسے وقت میں تشریف نہیں لائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! گھر میں سے تمام افراد کو باہر نکال دیجئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ صرف میری بیٹیاں ہیں، ان کے رہنے میں کیا حرج ہے؟ حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا میں آپ کی خدمت اقدس میں رہوں گا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا تو خوشی سے آپ کے آنسو نکل آئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خوشی میں روتے ہوئے دیکھا حالانکہ اس وقت تک میرا یہ گمان نہ تھا کہ کوئی خوشی میں بھی روتا ہوگا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے دو اونٹ تیار کئے ہیں، ان میں سے ایک قبول فرمایئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے اسے قبول کیا لیکن اس کی قیمت لینی ہوگی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ اونٹ آپ کی ملکیت ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، جیسے آپ کی مرضی مبارک ہو کیجئے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اونٹ کو نو سو دِرہم میں خرید لیا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر کے سامان کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ نے گوشت اور طعام سے بھرا ہوا توشہ تیار کیا۔ جب تمام سامان تیار ہو گیا تو کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی جس سے توشہ کو مضبوطی سے باندھا جاسکتا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھوٹی صاحبزادی حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس ایک کمر بند تھا، انہوں نے اپنا کمر بند کھولا اور اس کے دو حصے کئے۔ ایک سے زادِ راہ باندھا اور دوسرا اپنی کمر کے گرد باندھ لیا۔

پھر حضرت عبد اللہ بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو جوان اور عقل مند ہوشیار تھے اس بات پر مقرر کیا کہ وہ دن تو کفار قریش کے پاس گزاریں اور ان کی جاسوسی کریں اور اس کے بعد رات کے وقت غارِ ثور میں آکر کفار کی خبریں پہنچایا کریں، اس کے ساتھ ہی عبد اللہ بن ارقط کو جو بنی وائل بن بکر کا ایک شخص تھا، اس کی ماں بنو سہم بن عمرو کی ایک عورت تھی اور وہ مشرک تھا بلایا، یہ راستے کو خوب اچھی طرح پہچانتا تھا، اسے راستہ بتانے کیلئے اُجرت پر ٹھہرالیا، دونوں اونٹ اس کے حوالے کر دیئے اور طے کیا کہ تین روز گزرنے کے بعد وہ اونٹوں کو غارِ ثور پر لے آئے۔ عبد اللہ بن ارقط' رہبری میں ماہر اور رازوں کے چھپانے میں شہرت رکھتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ کو بکریاں چرانے پر مقرر کیا کہ صبح وشام بکریاں چراتے ہوئے غار کے قریب لے آیا کرے تاکہ وہ ان کا دودھ پیا کریں، شام کے وقت حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھانا لے کر آنے کی ڈیوٹی نبھانے کیلئے مقرر کی گئیں، ان تمام انتظامات سے فارغ ہو کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ نقدی جس کی سفر میں ضرورت پوری ہو سکے وہ لے لی۔ روایات میں آتا ہے کہ وہ رقم پانچ ہزار دِرہم تھی۔ اس کے بعد روانگی کا عزم فرمایا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے پیچھے کی کھڑکی سے دونوں نکلے۔ یہ رات کا وقت تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ غارِ ثور کی طرف چل دیئے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چل رہے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے آگے چل رہے تھے۔ کبھی دائیں کبھی بائیں اور کبھی پیچھے چلتے تھے۔

حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا، اے صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم کبھی آگے کبھی پیچھے کبھی دائیں کبھی بائیں کیوں چلتے ہو؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں گھات لگانے والوں سے ڈرتا ہوں تو آگے آگے چلتا ہوں، پھر کوئی خیال آتا ہے کہ کوئی دشمن ہماری تلاش میں نہ آرہا ہو تو پیچھے ہو جاتا ہوں، کبھی پہلو میں گھات لگائے ہوئے ڈرتا ہوں تو دائیں بائیں یا آگے چلتا ہوں تاکہ اگر کوئی تکلیف پہنچے تو مجھے پہنچے۔ چلتے چلتے جب جبل ثور پر پہنچے تو چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین پاک تنگ تھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے اطہر مجروح ہو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے اقدس زخمی ہو گئے ہیں تو آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اُٹھالیا اور غارِ ثور کے دہانے تک لائے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ تھوڑی دیر یہاں آرام فرمائیں تاکہ میں غار میں پہلے جاکر اس کی دیکھ بھال کرلوں۔ اندھیری رات ہے اور غار حشرات الارض سے خالی نہیں ہوا کرتا، یہ کہہ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار میں داخل ہو گئے اور ادھر اُدھر ٹٹولا کہ اس میں کوئی سانپ یا درندہ ہو تو معلوم ہو جائے اور خود خطرے میں پڑ کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بچائیں۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احتیاط کے ساتھ اپنی چادر مبارک پھاڑ کر غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا، غار میں سخت اندھیرا تھا صرف ایک سوراخ رہ گیا اور چادر کا کپڑا ختم ہو گیا آپ نے اپنے پاؤں کی ایڑی مضبوطی کے ساتھ اس سوراخ کے ساتھ لگادی۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اندر تشریف لے آیئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے آئے اور اپنا سرِ انور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانو پر رکھ کر آرام فرما ہو گئے۔ جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی غار کے اندر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے فوری طور پر غار کے منہ پر جھاڑیاں اگادیں تاکہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعاقب کرنے والوں کے درمیان حائل ہو جائیں، جنگلی کبوتروں کے ایک جوڑے کو حکم ہوا کہ وہ ان جھاڑیوں میں اپنا گھونسلا بنائیں اسی رات وہاں پر کبوتری نے انڈے دیئے۔ مکڑی کو حکم باری تعالیٰ ہوا کہ وہ غار کے دہانے پر اپنا جالا بُن دے۔ چنانچہ مکڑی نے غار کے دہانے پر جالا تن دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام انتظامات حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے کئے تھے تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کی ایذا رسانی سے بچالیا جائے۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جو ایڑی سوراخ کے اوپر رکھی ہوئی تھی اس پر سانپ نے ڈس لیا، تکلیف کی شدت اس قدر زیادہ تھی کہ برداشت نہ ہو سکی اور آنکھوں سے آنسو نکل آئے اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر اطہر آپ کی گود میں تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استراحت فرمارہے تھے،

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کے قطرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر پڑے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چشم اطہر کھولیں اور حال دریافت فرمایا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے ڈس لیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن مبارک لگایا اور تکلیف دفع ہو گئی۔

احادیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں نے جب غار میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے اطہر کی طرف دیکھا تو مجھے رونا آ گیا، کیونکہ میں جانتا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنی محنت و مشقت کی عادت نہیں ہے۔

تلاش کی مہم

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور میرے والد محترم مکہ مکرمہ سے باہر نکل گئے تو چونکہ کفارِ مکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی کو جانتے تھے اس لئے قریش کی ایک جماعت دوسرے دن ہمارے گھر آئی اور ہمارے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں باہر آئی تو کفار نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے والد کہاں ہیں؟ میں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں۔ ان میں سے ابو جہل نے میرے منہ پر تھپڑ مارا۔ یہاں سے ناکام ہو کر ابو جہل لعین نے ہر جگہ پر یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گرفتار کر کے لائے گا اُسے سو اونٹ انعام دوں گا۔ اسی طرح جو شخص ان کے بارے میں ٹھیک اطلاع دے گا اُسے بھی سو اونٹ دوں گا۔ قریش کے نوجوانوں نے جب ابو جہل لعین کا یہ اعلان سنا تو انعام کے لالچ میں مسلح ہو کر پہاڑوں اور گزرگاہوں کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ اس لالچ میں اور بھی بہت سے لوگ تلاش میں نکل پڑے، مشرکین کے چند لوگوں کے ساتھ ایک کھوجی بھی شامل تھا جو مشرکین کو پاؤں کے نشانات دکھاتا دکھاتا غارِ ثور تک لے گیا اور کہا کہ اس جگہ سے آگے قدموں کے نشان نہیں جاتے۔ نہ معلوم اس جگہ سے آسمان پر چلے گئے ہیں یا زمین کھا گئی ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ

"کھوجی نے کہا کہ وہ اس غار میں ہیں، مشرکین نے جب کبوتری کا انڈا اور مکڑی کا جالا دیکھا تو کھوجی سے کہا، تیری عقل تو نہیں ماری گئی یہاں پر جو مکڑی کا جالا لگا ہوا ہے وہ برسوں پرانا معلوم ہوتا ہے۔ اگر وہ غار میں داخل ہوتے تو جالا ٹوٹا ہوتا۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ کھوجی مشرکین کو بتا رہا تھا کہ پاؤں کے نشانات اس غار تک آتے ہیں اور وہ غار کے اندر ہیں، کھوجی اپنے کہنے پر انتہائی ضد کر رہا تھا۔ مشرکین کی جماعت جب غار کے دہانے کے نزدیک ہوئی تو کبوتر اپنے گھونسلے سے اُڑا جب مشرکین نے کبوتری کا انڈا اور مکڑی کا جالا دیکھا تو کہنے لگے کہ اس غار میں اگر کوئی شخص داخل ہوتا تو لازمی طور پر یہ انڈا ٹوٹ جاتا اور مکڑی کا جالا پھٹ جاتا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشرکین کی باتیں سن رہے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے مکڑی کے جالے کے ذریعے کفار کے شر سے محفوظ رکھا اور کبوتری کے انڈے کے ذریعے اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ مواہب لدنیہ میں درج ہے کہ حرم مکہ میں جس قدر کبوتر ہیں وہ اسی کبوتر کی نسل سے ہیں، جس کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعائے خیر فرمائی تھی۔"

اللہ ہمارے ساتھ ہے

روایات میں آتا ہے کہ مشرکین اس قدر نزدیک پہنچ گئے تھے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے درمیان چالیس گز سے زیادہ کا فاصلہ نہیں تھا جب کھوجی نے یہ کہا کہ اس جگہ سے آگے قدموں کے نشان نہیں جاتے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی باتوں سے بہت پریشان ہوئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس رونے کا کیا سبب ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ آپ کی ذاتِ اقدس کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مشرکین نے ہمارا کھوج لگا لیا تھا اور غارِ ثور پر آکھڑے ہوئے تھے، اگر ان میں سے کوئی جھک کر اپنے قدموں کی طرف دیکھتا تو وہ ہمیں بھی دیکھ لیتا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ان دو اشخاص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غارِ ثور میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تین دن تین رات تک قیام کیا۔

مدینہ منورہ کا سفر

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر رات حاضر خدمت ہوتے اور قریش کے جو حالات دیکھتے اور سنتے اُن سب سے آگاہ کرتے تھے۔ اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مشرکین کی کاروائیوں کی مسلسل خبر ملتی رہتی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ اس جگہ پر بکریاں چرانے لاتے، جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو بکریوں کو غار کے دہانے پر لے آتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دودھ پر رات گزارتے، اسی طرح تین راتیں گزر گئیں، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا، کیونکہ پروگرام کے مطابق تیسری رات کی صبح سویرے عبد اللہ بن ارقط جسے راہبری کیلئے اُجرت کے طور پر لیا تھا دونوں اونٹوں کو لے کر غار کے نزدیک آ گیا اور اس نے دونوں اونٹ پیش کر دیئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف لے آئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اونٹ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ بٹھایا جبکہ دوسرے اونٹ پر حضرت عامر بن فہیرہ اور عبد اللہ بن ارقط بیٹھے اور مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔

سفر کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک صحرا میں سے گزرے، سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا کوئی سایہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اچانک ایک بہت بڑا پتھر نظر آیا جو سایہ دار تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آرام کرنے کیلئے اس پتھر کے سائے میں جگہ صاف کر کے ذرست کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں پر آرام فرما ہو گئے۔ اسی اثناء میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک چرواہا نظر آیا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہچان لیا کہ ان بکریوں کا مالک کون ہے۔ چنانچہ اس چرواہے سے کچھ دودھ طلب کیا، چرواہے نے ایک پیالے میں دودھ دوہ کر پیش کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں کچھ پانی ملا کر اسے ٹھنڈا کیا اور اس میں سے پیا اس کے بعد جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو ایک پیالہ دودھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی نوش کروایا اس کے بعد دوبارہ سفر شروع ہو گیا۔

سراقہ کا تعاقب

اس سفر کے دوران بہت سے لوگ قریش کے دیئے گئے لالچ کے شوق میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں جناب سراقہ بھی تھے جنہوں نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ روایت میں آتا ہے کہ سراقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے ہتھیار اُٹھائے اور اپنے وہ تیر بھی لئے جن سے فال دیکھا کرتا تھا۔ زرہ پہن لی اور تیر نکال کر ان سے فال دیکھی تو وہ اس کے مقصد کے خلاف نکلی مگر اس کے باوجود نہ رُکا اور اس کا لالچ فال پر غالب آیا اور وہ اپنے گھوڑے کے پاس پہنچا اور اس پر سوار ہو کر اسے سرپٹ چھوڑ دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت مقام غدیر سے آگے بڑھ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ کے بھروسے اور اطمینان سے مدینہ طیبہ کا راستہ طے کر رہے تھے، حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت فرمائے جا رہے تھے۔ اچانک دور سے سراقہ آتا دکھائی دیا جو بڑی تیزی سے ان کی جانب بڑھا چلا آرہا تھا یہاں تک کہ جب وہ نزدیک پہنچا تو اس کا گھوڑا سر کے بل گرا اور وہ زمین پر گر پڑا وہ پھر اُٹھا اور سو اُونٹوں کے لالچ نے اُسے پھر اُبھارا اور وہ دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آگے کی طرف بڑھا اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قدر نزدیک پہنچ گیا کہ قرآن کریم کی تلاوت کی آواز اسے سنائی دینے لگی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہمیں پکڑنے والا قریب آگیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ دشمن کا غم مت کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی، یا اللہ! اس دشمن کے شر کو جس طرح تو چاہتا دور فرما۔ اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سراقہ کے درمیان ایک نیزہ یا دو نیزہ کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ اچانک سراقہ کے گھوڑے کے چاروں پاؤں زانو تک زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ چلّا اُٹھا، اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! میں جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ آپ کی دعا کا اثر ہے۔ اب آپ دعا فرمائیں تاکہ میرا گھوڑا آزاد ہو جائے۔ مجھے آپ سے کوئی سروکار نہیں ہو گا۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں واپس چلا جاؤں گا اور جو شخص پیچھے آرہا ہو گا اُسے بھی واپس لے جاؤں گا۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، یا اللہ! اگر یہ سچ بول رہا ہے تو اس کے گھوڑے کو نجات دے دے۔ اسی وقت گھوڑے کے پاؤں زمین سے باہر نکل آئے پھر سراقہ نے کہا، اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! مجھے یہ نظر آرہا ہے کہ آپ کی شمع نبوت کی شعاؤں سے ساری دنیا روشن ہو جائیگی۔ آپ مجھے ایک تحریر لکھ دیں جو میرے پاس بطورِ نشانی کے رہے تاکہ جب آپ کی عزت و جلال کا پرچم انتہائی بلندیوں تک پہنچ جائے تو میں اس کے وسیلہ سے آپ کی بارگاہِ اقدس میں پناہ حاصل کر سکوں۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جناب عامر بن فہیرہ

سے فرمایا، اے عامر! کیا تمہارے پاس قلم دوات ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں۔ چنانچہ عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر امان نامہ لکھا اور سراقہ کے حوالے کر دیا۔ ایک اور روایت کے مطابق ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اسے لکھ دو، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی ٹھیکری یا ہڈی یا چمڑے پر ایک تحریر لکھی اور اس کو سراقہ کے حوالے کر دیا۔ (واللہ اعلم)

اس سفر کے دوران یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکل گئے تو حضرت بریدہ بن خضیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کہ اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے کفارِ مکہ کا یہ اعلان سنا کہ جو کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گرفتار کر کے لائے گا اُسے سو اُونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ اس لالچ میں آ کر حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے قبیلہ کے ستر سوار ساتھ لئے اور تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کر لیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ عرض کیا، میں بریدہ بن خضیب ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ہمارا کام خوش و خنک ہے اور اس کے آخر صلح و خیر ہے۔ پھر دریافت فرمایا، تم کون سے قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ عرض کیا، میں بنی اسلم سے ہوں۔ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "اَسْلَمْنَا" خیر و سلامتی ہے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بنی اسلم کی کون سی قوم میں سے ہو؟ عرض کیا بنی سہم سے۔ ارشاد فرمایا، تو نے اپنا حصہ پالیا، یعنی تو نے اسلام سے اپنا حصہ پالیا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شیریں گفتگو سنی تو حیران رہ گئے اور پوچھا، آپ کون ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں محمد بن عبد اللہ، اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سنتے ہی کلمہ اسلام پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور ان کے ساتھ جو ستر سوار تھے انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ (جب ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ اس کے ہاں قیام کیا جائے) مدینہ طیبہ کے لوگ آپس میں گفتگو کرنے لگے لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات ہم بنی نجار میں ہی رہیں گے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے قبیلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کلثوم بن الہدم کے گھر کو شرفِ نزول بخشا۔ ایک روایت کے مطابق بنی عبید کے ایک شخص کے گھر میں ٹھہرے۔ بعض کا کہنا ہے کہ سعد بن خیثمہ کے ہاں قیام فرمایا۔ جن لوگوں نے یہ روایت بیان کی ہے کہ کلثوم بن الہدم کے ہاں اترے اُن کا کہنا ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلثوم بن الہدم کے گھر سے باہر تشریف فرما ہوئے تو سعد بن خیثمہ کے گھر میں لوگوں سے ملنے کیلئے تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی شادی نہیں ہوئی تھی، اس لئے ان کا اہل و عیال نہ تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کنوارے صحابہ کرام کا قیام ان ہی کے گھر میں تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محلہ شیخ قبیلہ بنی الحارث بن الخزرج کے ایک شخص خبیب بن اساف کے پاس مقام سُنح میں قیام فرمایا۔ بعض کا کہنا ہے کہ اسی قبیلہ کے خارجہ بن زید بن ابی زہیر کے ہاں ٹھہرے۔ (واللہ اعلم)

روایات میں آتا ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھجور کے ایک درخت کے سائے میں سر مبارک جھکا کر خاموش تشریف فرما تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پاس ہی تشریف فرما تھے اور لوگوں کی خیر و عافیت معلوم کرنے میں مصروف تھے، انصار کے اکثر لوگ ایسے تھے جنہوں نے اس سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ آپ کے پاس بہت بھیڑ لگ گئی۔ وہ انصار جنہوں نے اس سے قبل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی تھی وہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں امتیاز نہیں کر پا رہے تھے، پھر جب سورج بلند ہوا اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سایہ ہٹا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنی چادر پھیلا کر سایہ کیا، اس وقت ان لوگوں نے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانا۔ (بخاری شریف، مسلم شریف، زرقانی، سیرت ابن ہشام)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخار کی حالت میں

روایات میں آتا ہے کہ جب مہاجرین مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ میں آئے تو اس جگہ کی ہوا میں سڑانڈ اور بدبو تھی اور یہاں کی آب وہوا راس نہ آئی۔ اکثر مہاجرین بیمار ہوگئے، ان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، بخار کی شدت نے ان کو پریشان کر دیا۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روازانہ بخار میں مبتلا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عیادت کیلئے تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حال پوچھا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

كل امرء مصبح فى اهله والموت ادنى من شراك نعله

ہر شخص اپنے اہل وعیال کے ساتھ اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ موت جوتے کے تسمہ سے بھی قریب تر ہوتی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حالت کو دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور کیفیت عرض کی۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی وقت بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی، یا اللہ! جس طرح تو نے ہمیں مکہ مکرمہ کی محبت عطا فرمائی ہے اسی طرح مدینہ طیبہ کی محبت بھی عطا فرما، اس سے زیادہ عطا فرما اور ہمارے لئے اس کے صاع اور مد (پیمانے) میں برکت عطا فرما اور ہمارے لئے اس کی آب وہوا کو صحت بخش بنا دے اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل فرما دے۔

(بخاری شریف، مسلم شریف)

مواخات

مدینہ طیبہ میں پہنچ کر جب رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کا سلسلہ قائم فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خارجہ بن زید ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھائی بھائی بنایا۔ (اسد الغابہ، سیرت ابن ہشام)

غزوات

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربیع الاوّل ۱۳ نبوی کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں تشریف لائے، حضور سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے وصال مبارک تک تقریباً دس برس مسلسل حالتِ جنگ میں رہنا پڑا۔ اس دوران جو غزوات ہوئے یا سرایہ کی صورت پیش آئی ان تمام میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، بنفس نفیس خود شریک فرمانے کے علاوہ ایک بہترین مشیر کی حیثیت سے بھی اپنی ذمہ داری نبھائی، ذیل میں اسی حوالے سے مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

غزوہ بدر میں شرکت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ بدر میں شرکت فرمائی۔ جب کفار اور مسلمان آپس میں لڑ رہے تھے حق و باطل کا معرکہ جاری تھا۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشاہدہ فرما رہے تھے۔ کفار کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تھی۔ مسلمانوں کی قلت دیکھ کر قلب مبارک پر رِقت طاری ہوگئی۔ مسلمانوں نے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عریش (سائبان) بنایا ہوا تھا اُس میں تشریف لائے اور قبلہ کی طرف رُخِ انور کرکے دعا میں مشغول ہوگئے، اُس وقت عریش میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں رو رو کر دعا مانگی۔ دعا کرتے ہوئے اس طرح دست مبارک دراز فرمائے کہ بغل پاک کی سپیدی ظاہر ہوگئی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کندھے مبارک سے چادر گرگئی۔ فرمایا یا اللہ! اپنے اس وعدہ کو پورا فرما جو تُو نے مجھ سے کیا ہے، اے اللہ! اگر تو نے آج مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کرادیا تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

روایات میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا میں اس قدر زاری کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کی زاری حد سے گزر چکی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ جو وعدہ کیا ہے وہ پورا ہوگا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر مبارک جو کہ شانہ اقدس سے گر چکی تھی اُسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس کندھے پر ڈال دیا۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عریش میں ہی تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک کو ایک جنبش ہوئی، اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! خوش ہو جاؤ کہ تمہارے پاس اللہ کی امداد آگئی ہے۔ یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے اسے کھینچ رہے ہیں اور اس کے سامنے کے دانتوں پر غبار پڑا ہوا ہے۔

(زرقانی، فتح الباری، سیرت ابن ہشام)

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا مشورہ

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غزوہ بدر میں فتح عطا فرمائی کفار شکست فاش سے دوچار ہوئے اور کفار کے ستر قیدی بنے ان مشرکین کے مظالم کی فہرست بڑی طویل تھی ان لوگوں نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی اور ایک مدت تک مسلمانوں کو پریشان کئے رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مشرکینِ مکہ کو اس بات کا یقین تھا کہ اب مسلمان ان گرفتار لوگوں سے ضرور بدلہ لیں گے۔ اس بات کا احساس قیدیوں کو بھی تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس بارے میں بہت سوچ بچار کیا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت نرم دل شخصیت ہیں، اس لئے انہوں نے یہ سوچا کہ اس معاملے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رحم کی اپیل کی جائے تاکہ وہ ہمارے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے ہمارے لئے کچھ کریں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور آپ سے عرض پرداز ہوئے۔

"اے ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم جانتے ہو کہ ہم قیدیوں میں سے کوئی تم لوگوں کا باپ ہے، کوئی بھائی، کوئی چچا اور کوئی ماموں ہے اب اگر تم ہمیں قتل کرو گے یا نقصان پہنچاؤ گے تو اپنے قریبی عزیزوں کو ہی قتل کرو گے یا تکلیف پہنچاؤ گے۔ ہم تم سے قرابت داری کا واسطہ دے کر درخواست کرتے ہیں کہ تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے کہہ کر ہماری جان بخشی کرا دو، یا وہ ہم پر مہربانی کریں، اور ہمیں آزاد کر دیں یا پھر ہم سے فدیہ لے کر ہمیں رہا کر دیں۔"

مشرکین کی اس بات کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی ہمدردی سے سنا اور ان سے وعدہ کیا کہ وہ ان کی بہتری کیلئے ضرور کچھ نہ کچھ کریں گے۔

ان قیدیوں کی بابت رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ جبکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ یہ سب قیدی ہمارے اپنے ہی عزیزوں میں سے ہیں اس لئے ان کے ساتھ رحمدلی کا سلوک کرنا چاہئے اور ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دینا چاہئے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے اتفاق فرمایا اور فدیہ کے عوض قیدیوں کی رِہائی عمل میں آئی۔

غزوہ احد میں شرکت

غزوہ اُحد میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہادری اور جرأت کے جوہر دکھائے۔ روایات میں آتا ہے کہ اس غزوہ کے دوران جب اسلامی لشکر منتشر ہو گیا اور مسلمانوں کے قدم ڈگمگائے اور وہ ثابت قدم نہ رہے تھے تو اس صورتحال میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جگہ پر ثابت قدم تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد جانثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے چودہ اصحاب رہ گئے تھے۔ جن میں سات انصاری اور سات مہاجرین میں سے تھے۔ مہاجرین میں سے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ بن عبد اللہ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ احد میں ثابت قدمی دکھائی اور کسی بھی مرحلہ پر حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے، اس غزوہ میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شدید مجروح ہو گئے اور جانثاروں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہاڑ پر محفوظ جگہ پہنچایا تو اس قت بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ تھے۔ اس پہاڑ کے نزدیک آکر ابو سفیان نے (جو کہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) بلند آواز سے پکارا، کیا تم میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں؟ جب کوئی جواب نہ ملا تو ابو سفیان نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نام لیا۔ (گویا کہ کفار بھی اس بات کو جانتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اُمت کے امیر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں)۔ (بخاری شریف)

غزوہ بنی مصطلق

غزوہ بنی مصطلق میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور بھرپور طریقے سے اس مہم میں حصہ لیا۔ اس مہم میں کامیابی کے بعد واپسی کی غرض سے رات کے وقت مدینہ طیبہ کے نزدیک صلصل کے مقام پر لشکرِ اسلام نے پڑاؤ ڈالا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تھے تو ازواجِ مطہرات کو ساتھ لے جانے کے معاملہ میں قرعہ ڈالتے تھے جس کا قرعہ نکل آتا اسی کو سفر میں ساتھ لے جاتے۔ جب غزوہ بنی مصطلق کا سفر درپیش ہوا تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کیلئے قرعہ اندازی فرمائی جیسا کہ معمول تھا ان میں میرا نام نکل آیا اس لئے اس سفر میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔

اس سفر کے دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ واپسی کے وقت جس مقام پر لشکرِ اسلام نے پڑاؤ ڈالا تو روانگی کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ رفع حاجت کیلئے باہر تشریف لے گئیں، واپس آئیں تو دیکھا کہ گلے کا ہار کہیں گر گیا ہے۔ ابھی قافلہ روانہ نہیں ہوا تھا چنانچہ واپس قضائے حاجت والی جگہ پر آئیں اور ہار تلاش کرنے لگیں، ہار کو تلاش کرنے کے بعد جب واپس پڑاؤ والی جگہ پر پہنچیں تو لوگ روانہ ہو چکے تھے اور لشکر گاہ میں کوئی بھی نہیں تھا۔ اپنی چادر مبارک کو اچھی طرح اوپر لپیٹ کر اسی جگہ بیٹھ گئیں اور خیال کیا کہ جب تلاشی ہوگی تو یہیں لوٹ کر آئیں گے۔ اتفاق سے حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر اس طرف سے ہوا جو کہ نہایت ضعیف اور بوڑھے صحابی تھے اور اس کام پر مامور تھے کہ لشکر کے پیچھے پیچھے چلیں اور اگر کسی کی کوئی چیز اتفاقاً گر جائے تو اسے اُٹھا کر مالک تک پہنچائیں انہوں نے پردہ کا حکم عائد ہونے سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا ہوا تھا۔ اب جوان کو دیکھا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ کس وجہ سے پیچھے رہ گئی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کوئی بات نہ کی، پھر حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا اونٹ نزدیک کر کے کہا کہ اس پر تشریف فرما ہو جائیں اور خود پیچھے ہٹ گئے۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف فرما ہو گئیں تو انہوں نے اونٹ کا سر پکڑ کر کھڑا کیا اور جلدی جلدی لیکر چل پڑے تاکہ لشکر کو پکڑ سکیں مگر لشکر کو پکڑ نہ سکے اور مدینہ پہنچ گئے۔

اس واقعہ کو منافقین نے خوب اُچھالا اور غلط رنگ دینے کی کوشش اور بعض مسلمانوں کے دِلوں میں شکوک وشبہات پیدا کئے۔ منافقین کی اس افتراء کی تائید میں سادہ لوح مسلمان بھی شامل ہوگئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس صورتحال سے اس وقت شدید دُکھ پہنچا جب آپ کے ایک عزیز مسطح بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی منافقین کی باتوں میں آکر ان کے تائید کنندوں کی صف میں کھڑے ہوگئے۔ یہ صورتحال خاصی پریشان کُن تھی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس واقعہ کے حوالہ سے دُکھ پہنچانے کی غرض سے منافقین کی بہتان بازی جب حد سے بڑھ گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اِکٹھا کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا:

”لوگو! ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو مجھے میرے اہلِ خانہ کے بارے میں تکلیف پہنچا رہے ہیں، ان کی جانب غلط باتیں منسوب کررہے ہیں۔ اللہ پاک کی قسم! میں نے ان میں نیکی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا اور جس شخص کے متعلق یہ الزام لگاتے ہیں اس میں بھی میں نے ہمیشہ نیکی ہی دیکھی ہے، وہ جب بھی کبھی میرے بیت (اطہر) میں داخل ہوتا ہے تو میرے ساتھ داخل ہوتا ہے۔“

رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس خطاب سے مسلمانوں میں ہلچل سی مچ گئی اور سب نے دُکھ کی اس کیفیت کو محسوس کیا۔ اس واقعہ کو غلط ہوا دینے میں سب سے بڑا ہاتھ منافق عبد اللہ بن ابی کا تھا۔ وہاں پر موجود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے منافقین کی سازش کو ناکام بناتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کلماتِ خیر ادا کئے اور اس بہتان بازی کی پُرزور الفاظ میں مذمت کی، پھر جلد پروردگارِ عالم کی طرف سے وحی نازل ہوئی جس میں برأت کی بشارت دی گئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ ؕ لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ ؕ بَلۡ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ لِکُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡہُمۡ مَّا اکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ ۚ وَ الَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ مِنۡہُمۡ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ (پ۱۸۔ سورۃ النور:۱۱)

جن لوگوں نے (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر) یہ افتراء باندھا تھا وہ تم میں سے (ہی) ایک جماعت ہے اس افتراء پردازی کو تم اپنے لئے شر نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لئے خیر ہے ان میں ہر شخص کیلئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا ہے اور ان میں سے جو اپنے بڑے گناہ کا مرتکب ہوا ہے اس کیلئے بڑا عذاب ہے۔

اس آیتِ مبارکہ کے نزول کے بعد جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مسطح بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رشتہ داری اور حاجت مند ہونے کی وجہ سے کفالت کیا کرتے تھے ان کی کفالت سے دستبردار ہوتے ہوئے فرمایا، اللہ کی قسم! میں اب مسطح پر کبھی خرچ نہیں کرونگا اور اسے کوئی نفع نہیں پہنچاؤں گا کیونکہ اس نے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بارے میں ایسی باتیں کیں اور ہم پر مصیبت لایا۔

پھر جب یہ آیاتِ مبارکہ نازل ہوئیں:۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (پ۱۸۔سورۃالنور:۲۲)

تم میں فضیلت اور وسعت رکھنے والے لوگوں کو قرابت داروں، مسکینوں اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کی امداد میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے اور انہیں چاہئے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کردیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بڑا بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کیوں نہیں اللہ کی قسم! میں تو اسے پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمادے، اس کے ساتھ ہی آپ نے وہ خرچ جو مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دِیا کرتے تھے اسے بدستور جاری رکھنے کی قسم کھائی اور فرمایا، اللہ کی قسم! اسے کبھی نہیں روکوں گا۔ (بخاری شریف، سیرت ابن ہشام)

واقعہ حدیبیہ

ذیقعدہ ٦ ہجری کو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ عمرے کی نیت سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے، یہ سفر جنگ کی نیت سے نہیں تھا۔ لیکن چونکہ ایک موقع پر جنگ کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا، جس کے پیش نظر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیعت لی تھی، علاوہ ازیں حضور سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفس نفیس خود اس میں شرکت فرمائی، اس لئے غزوات کے ضمن میں ہی یہ واقعہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس سفر میں صورت حال کچھ یوں پیش آئی جب اسلامی قافلہ مقام عسفان میں پہنچا تو بشر بن سفیان نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو حالات معلوم کرنے کی غرض سے بھیجا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ خبر دی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! قریش آپ کی آمد کی اطلاع سن چکے ہیں اور مکہ مکرمہ میں ذی طوی کے مقام پر ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں، انہوں نے ایک دوسرے سے عہد کیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے روکیں گے۔

اس اطلاع کے ملنے پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم اس سال خانہ کعبہ کی زیارت اور عمرہ ادا کرنے کی نیت سے نکلے ہیں ہمارا کسی کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ لیکن اگر قریش ہمیں خانہ کعبہ کی زیارت سے روکیں گے تو پھر اس وقت ہم ان سے جنگ کریں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مشورہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند فرمایا۔ اورارشاد فرمایا، اللہ کا نام لیکر چلو۔ چنانچہ اسلامی قافلہ نے مقام حدیبیہ میں پڑاؤ کیا، دونوں طرف سے مصالحت کا سلسلہ شروع ہوا تو قریش کی طرف سے یکے بعد دیگرے کئی اشخاص سفیر کے طور پر آئے۔ روایات میں آتا ہے کہ قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی (جو کہ بعد میں اسلام لے آئے تھے) کو بھی اس سلسلہ میں مسلمانوں کی طرف بھیجا۔ عروہ نے سخت زبان استعمال کرتے ہوئے ان الفاظ میں گفتگو کی، کہا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! تم نے اوباش لوگوں کی جماعت اپنے اردگرد جمع کر لی ہے، پھر انہیں لے کر آئے ہو کہ اپنے قبیلے کو ان سے نقصان پہنچاؤ، سن لو قریش مع اپنی عورتوں اور بچوں کے نکل آئے ہیں اور چیتے کی کھالوں میں ملبوس ہیں۔ ربِ کعبہ کی قسم! انہوں نے عہد کیا ہے کہ وہ تمہیں بزور مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیں گے اور ربِ کعبہ کی قسم! کل لڑائی کا رخ بدلا تو یہ تمہیں چھوڑ جائیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ عروہ کی گفتگو سن کر برہم ہو گئے اور کہا، کیا ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروہ نے انجان بنتے ہوئے پوچھا، یہ شخص جو حد سے بڑھ رہا ہے کون ہے؟ عروہ کو بتایا گیا کہ یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ عروہ آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا، خدا کی قسم! اگر مجھ پر تمہارا احسان نہ ہوتا تو میں اس سخت کلامی کا جواب دیتا۔

عروہ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ احسان تھا کہ زمانہ جاہلیت میں عروہ پر قرض ہو گیا تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عروہ کو دس گائیں دی تھیں۔ (بخاری شریف، سیرت ابن ہشام)

معاہدہ حدیبیہ

اس صورتحال میں جب مسلمانوں اور مشرکین کے مابین صلح نامہ تحریر کیا گیا تو بظاہر یہ معاہدہ کفار کے حق میں زیادہ مفید دکھائی دیتا تھا۔ اس لئے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس معاہدہ کی بعض شقوں سے شدید اختلاف ہوا چنانچہ یہ معاہدہ قریش کے ساتھ جب طے پایا گیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا آپ پیغمبر برحق نہیں ہیں؟ ارشاد فرمایا، میں نبی برحق ہوں۔ پھر کہا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ ارشاد فرمایا، ہاں تم حق پر ہو اور مخالفین باطل پر ہیں۔ کہا تو پھر ہم سب ذِلت اور حقارت کیوں قبول کر رہے ہیں اور اس قسم کی صلح کرکے لوٹ رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا، اے خطاب کے بیٹے! میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا وہ میرا معاون و مددگار ہے اور ایک قول کے مطابق یہ ہے کہ فرمایا، میں اللہ کا رسول ہوں وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسی طرح غمناک اور اندوہناک حالت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس پاک سے باہر آیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور ان سے بھی ایسی باتیں کیں۔ جس طرح کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وہی جواب دیا جو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق سے فرمایا، اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جاؤ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رکاب سے ہاتھ نہ اُٹھاؤ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول و فعل سے اعراض نہ کرو، آپ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں وحی الٰہی سے کرتے ہیں اور اسی میں مصلحت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ناصرو مددگار ہے۔

کہا جاتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے عرصہ میں اس قدر مسلمان ہوئے کہ ابتدائے بعثت سے معاہدہ تک کے مسلمانوں کی تعداد کے برابر تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی فتح صلح حدیبیہ کے برابر نہیں تھی لیکن ہماری عقل میں اس بات کی سمجھ نہیں آتی تھی یہ ایک راز تھا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان تھا۔ لیکن بندے جلد باز ہیں اور اللہ تعالیٰ جلد بازی سے منزہ و پاک ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے حجۃ الوداع میں دیکھا کہ سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اس وقت تک مسلمان ہو چکے تھے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں قربانی کا اونٹ لائے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے اپنے دست مبارک سے نحر کیا اور سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے سر تراش مقرر کیا، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک تراشے۔ میں نے سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک لیتے تھے اور اپنے سر اور آنکھوں پر ملتے تھے اور اس عمل کو دنیا و آخرت میں کامیابی کا باعث جانتے تھے۔ میں سوچتا تھا کہ ایک وہ دن تھا کہ حدیبیہ کے روز صلح نامہ کے عنوان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے پر رضامند نہیں ہوتے تھے اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

(اور آج یہ دن ہے کہ محبت و عقیدت میں بازی لے جا رہے ہیں)۔

روایات میں آتا ہے کہ صلح نامہ حدیبیہ پر مسلمانوں کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بطورِ گواہ دستخط کیے تھے۔ (بخاری شریف، سیرت ابن ہشام)

فتح مکہ

فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ مکہ مکرمہ میں پہنچ کر اپنے والد محترم ابو قحافہ عثمان بن عامر کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت شفقت کے ساتھ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر دستِ اقدس پھیر کر ایمان کی روشنی سے مشرف فرمایا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اپنے ضعیف والد کو کیوں تکلیف دی، میں خود ان کے پاس آجاتا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زحمت فرمانے کے بجائے ان کا آنا ہی ٹھیک ہے، اس پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں ان کے بیٹے (ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے احسانات یاد ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

امیر الحج

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو 9 ہجری میں امیرِ حج بنا کر بھیجا آپ کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو نحر کے دن چند لوگوں کے ساتھ اعلان کرنے کیلئے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی ننگا شخص اور مشرک طواف نہ کرے۔ علامہ سہیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے اور حج کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ حج میں مشرک بھی شریک ہوتے ہیں اور مشرکانہ تلبیہ کہتے ہیں اور ننگے طواف کرتے ہیں اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج سے رُک گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برأت کا اعلان کرنے بھیجا۔

پھر جب سورۂ برأت کی چالیس آیاتِ مبارکہ نازل ہوئیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ آیات مبارکہ دے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر سنانے کیلئے بھیجا۔ (تفہیم البخاری)

حجۃ الوداع

حج کے اس سفر میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، ایک قوی روایت کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار کی تعداد تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ سفر کی منازل طے کرتے ہوئے جب ذی طویٰ کے مقام پر پہنچے تو فجر کی نماز اس مقام پر ادا فرمائی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد محترم نے مدینہ طیبہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ وہ اونٹ جس پر زادِ راہ لادتے ہیں میرے پاس ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا توشہ مبارک اس پر لادوں۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس درخواست کو قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آٹا، ستو اور کھجور زادِ راہ کیلئے ترتیب دے کر اونٹ پر لادا جائے، چنانچہ اسی طرح ہوا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک غلام کو اس پر سوار کیا، اس سفر کے دوران ایک رات غلام کو اس پر سوار کیا اس رات غلام نے اتر کر اونٹ کو بٹھا دیا اور سو گیا، جب بیدار ہوا تو اسے اونٹ دکھائی نہ دیا، غلام پکارتا ہوا اپنے اونٹ کو تلاش کرتا تھا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منزل جرج پر اترے ہوئے تھے اور ظہر کی نماز کا وقت تھا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے غلام کے پہنچنے کا شدت سے انتظار فرما رہے تھے۔ جب وہ غلام پہنچا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ اونٹ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ وہ مجھ سے غم ہو گیا ہے اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور تادیب کے طور پر اسے مارنے لگے، حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ محرم کو دیکھو کیا کر رہا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ بنی سالم سے آل فضلہ کو جب یہ خبر ملی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اونٹ گم ہو گیا ہے تو انہوں نے کھجوروں، پنیر اور روغن کا ایک پیالہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے بھیجا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آؤ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے پاکیزہ غذا بھیج دی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام کی شکایت کرتے تھے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اطمینان کرو، یہ معاملہ ہمارے اور غلام کے ہاتھ میں نہیں ہے اور اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلِ خانہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں سے تناول فرمایا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے صاحبزادہ حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ اونٹ لائے جس پر ان کا زادِ راہ لدا ہوا تھا اس طرح رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم نے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اونٹ گم ہو گیا ہے، اس کے بدلے میں اسے قبول فرمائیں۔ اسی دوران حضرت صفوان معقل سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گمشدہ اونٹ کو تلاش کر کے لے آئے اور اس کو بٹھا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ دیکھ لیں، اس اونٹ پر جو سامان لدا ہوا تھا ضائع نہ ہوا ہو۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا کہ تمام ٹھیک ہے صرف ایک پیالہ جس سے ہم پانی پیتے ہیں موجود نہیں ہے۔ غلام نے کہا وہ پیالہ میرے پاس ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ (معارج النبوت)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال مبارک

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۰ ھ میں حجۃ الوداع کیلئے تشریف لے گئے، واپس آنے کے بعد سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا، خطبہ کے دن فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ (یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا تھا۔ لیکن اس بندے نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس جملے کا مفہوم سمجھ گئے اور آپ جان گئے اور اس سے مراد خود رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی ذاتِ اقدس ہے، چنانچہ رونے لگے اور فرمایا نہیں نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اس پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سہولت سے کام لو۔ پھر ارشاد فرمایا:۔

"یہ دروازے جو مسجد میں کھل رہے ہیں ان سب کو دیکھ کر بند کر دو۔ لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا دروازہ بند نہ کرو کیونکہ میں کسی بھی ایسے شخص کو نہیں جانتا، جو دوست و بازو بن کر صحبت نشین ہونے کے اعتبار سے ان سے (ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) افضل ہو۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض میں شدت ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے لوگو! ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ تا کہ وہ تم لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے والد بہت رقیق القلب ہیں جس وقت وہ آپ کی جگہ مصلے پر کھڑے ہوں گے تو وہ نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے پھر وہی کہا۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا کہ تم ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور فرمایا یہ عورتیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتیں ہیں اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں نماز پڑھائی۔ (بخاری شریف)

ابن زمعہ کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز کا حکم دیا (کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں) تو اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہ تھے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے تا کہ وہ نماز پڑھائیں مگر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں نہیں نہیں! ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سوا لوگوں کو اور کوئی نماز نہیں پڑھائے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تکبیر تحریمہ کہی تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر مبارک ناگواری کے ساتھ اُٹھا کر فرمایا، ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں؟ (تاریخ الخلفاء)

حضرت عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا گیا چنانچہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا، ابن زمعہ! تمہارا برا ہو تم نے میرے ساتھ کیا کیا، اللہ کی قسم! تم نے جس وقت مجھ سے نماز پڑھانے کیلئے کہا تو میں نے اس وقت اس کے سوا کچھ نہ سمجھا کہ تمہیں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا تھا اگر یہ چیز نہ ہوتی تو میں لوگوں کو نماز نہ پڑھاتا۔ ابن زمعہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا، مجھے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم نہیں دیا تھا مگر جب میں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ دیکھا تو حاضرین میں سے میں نے آپ کو اس کا زیادہ حقدار دیکھا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

(سیرت ابن ہشام)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا تھا اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ایک دن معمول کے مطابق نماز پڑھا رہے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہا مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ سے منع فرمایا اور خود ان کے دائیں پہلو میں بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔

(بخاری شریف)

بارہ ربیع الاوّل پیر کا دن تھا اور اسی دن سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسبِ معمول نماز پڑھا رہے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجرہ اقدس کا پردہ اُٹھا کر دیکھا اور خوش ہو کر مسکرائے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خیال سے کہ شاید آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کیلئے تشریف لائیں گے۔ پیچھے ہٹنا چاہا مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ سے حکم فرمایا کہ نماز پوری کرو اور پھر پردہ گرا دیا۔ (بخاری شریف)

مقام سخ کی طرف روانگی

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض میں اُس دن بظاہر افاقہ دکھائی دیتا تھا۔ اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں دیکھتا ہوں کہ اب آپ پر اللہ کا فضل و کرم ہے، جیسا کہ ہم لوگ چاہتے ہیں اور آج کل کا دن (میری زوجہ محترمہ) حضرت حبیبہ خارجہ بنت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے تو کیا میں اس کے پاس چلا جاؤں۔ ارشاد فرمایا، ہاں یہ فرما کر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارک میں داخل ہو گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام سخ کی طرف تشریف لے گئے جہاں پر کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت حبیبہ خارجہ بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا رہائش پذیر تھیں۔ (سیرت ابن ھشام)

مقام سخ سے واپسی

روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقام سخ سے واپس آئے تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال فرما چکے تھے اور مسجدِ نبوی کے دروازہ پر ہجوم جمع تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر داخل ہوئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ اقدس میں ادخل ہوئے اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے کپڑا اُٹھا کر پیشانی اطہر پر بوسہ دیا اور روتے ہوئے فرمایا:۔

"میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ کی قسم! آپ پر دو موتیں جمع نہ ہوں گی،، جو موت آپ کیلئے مقدر تھی اس کا ذائقہ چکھ چکے اس کے بعد اب پھر کبھی موت نہ آئے گی۔"

اس کے بعد چہرہ انور پر چادر مبارک ڈال دی اور باہر تشریف لے آئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت ہے کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا بہت سے منافقین یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے حالانکہ اللہ کی قسم! آپ مرے نہیں البتہ وہ اپنے پروردگار کی طرف گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے، موسیٰ علیہ السلام چالیس شب تک اپنی قوم سے غائب رہے اور لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ وہ مر گئے ہیں حالانکہ وہ بعد میں اپنی قوم میں واپس آگئے تھے۔ اللہ کی قسم! رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح لوٹ کر آجائیں گے، جس طرح موسیٰ علیہ السلام لوٹ کر آگئے تھے، پھر آپ ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے جو یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موت واقع ہو گئی ہے۔

غرضیکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جذباتی ہو کر اسی طرح تقریر فرماتے رہے اور قسم کھا کھا کر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک سے انکار کرتے رہے اور فرماتے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوت ہو گئے، میں تلوار سے اس کی گردن اُڑا دوں گا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال دیکھا تو فرمایا، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آرام سے کام لو خاموشی اختیار کرو۔ مگر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر جذباتی ہو رہے تھے کہ کچھ خیال نہ کیا اور برابر بولتے رہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہی نہیں ہوتے تو آپ نے الگ کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی تو تمام لوگ آپ کی طرف متوجہ ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا رہ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:۔

"لوگو! جو لوگ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی عبادت و پرستش کرتے تھے تو سن لیں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا وصال ہو چکا ہے اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو اللہ بے شک زندہ ہے اور کبھی مرنے والا نہیں۔"

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْــٴًـا ؕ وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ (پ۴۔ سورۂ آل عمران:۱۴۴)

اور محمد (اللہ کے) رسول ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔ اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل (کفر کی طرف) پھر جاؤ گے؟ اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے وہ اللہ کو ذرا سا بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو نیک بدلہ دے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! لوگوں کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ یہ آیت مبارکہ نازل ہو چکی ہے۔ اس موقع پر جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تلاوت کیا تو تب لوگوں کو معلوم ہوا اور انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سن کر اس آیت مبارکہ کو یاد کر لیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت مبارکہ کو سن کر کہا، اللہ کی قسم! یہ وہ آیت ہے کہ میں نے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو تلاوت کرتے سنا، پھر مجھ کو اتنی دہشت طاری ہوئی کہ میرے پاؤں زمین پر ٹھہرتے ہی نہیں تھے (ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں، شدتِ غم سے بے حال تھا) اور اب میں نے سمجھ لیا کہ واقعی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہو گیا ہے۔ (بخاری شریف، سیرت ابن ہشام)

بیعتِ خلافت کا مسئلہ

رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد منافقین نے یہ سازش کی کہ مدینہ منورہ میں خلافت کا مسئلہ کھڑا کر دیا اور انصار اور مہاجرین کے مابین اس مسئلہ پر نفاق پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

سقیفہ بنی ساعدہ

اس ضمن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد انصار کے لوگ اپنے اشراف کو لیکر سقیفہ بن ساعدہ میں جمع ہوگئے، جبکہ مہاجرین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس آئے اُس وقت میں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا کہ میرے ساتھ ہمارے انصار بھائیوں کے پاس تشریف لے چلئے۔ چنانچہ ہم ان کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستے میں ہمیں انصار میں سے دو صالح اشخاص ملے انہوں نے ہمیں بتایا کہ انصار کس معاملے پر متفق ہوگئے ہیں۔ پھر انہوں نے ہم سے پوچھا کہ اے گروہِ مہاجرین! کدھر کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا کہ ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ لوگ ان کے پاس نہ جائیں اپنے معاملات (امارت و خلافت) کا خود ہی فیصلہ کرلیں۔ یہ سن کر میں نے کہا، اللہ کی قسم! ہم اُن سے ضرور ملیں گے۔ بہر حال ہم لوگ سقیفہ بن ساعدہ میں ان کے پاس پہنچے وہاں دیکھا کہ سب لوگ جمع ہیں اور ان کے درمیان ایک شخص چادر میں لپٹا ہوا بیٹھا ہے۔ میں نے پوچھا، یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ میں نے پوچھا ان کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ وہ بیمار ہیں۔ ہم بھی اس مجمع میں ساتھ ہی جا کر بیٹھ گئے۔

انصاری کا خطاب

(پھر تھوڑی دیر بعد) ان کا خطیب کھڑا ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا:۔

"ہم انصار اللہ ہیں اور اسلام کا لشکر ہیں اور اے گروہِ مہاجرین! تم ہم ہی میں سے ایک گروہ ہو، اور تمہاری قوم کی ایک جماعت چل کر ہمارے پاس آئی۔ لیکن دیکھتے کیا ہیں کہ اب ان کا ارادہ یہ ہے کہ ہماری اصل سے کٹ کر الگ ہو جائیں اور ہم سے امارت (کا حق) غصب کر لیں۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر

انصار کا خطیب جب اپنی تقریر ختم کر چکا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ میں اس کو جواب دوں اور اپنے دل میں ایسی تقریر تیار کر لی کہ جو مجھے خود بہت اچھی لگ رہی تھی۔ چنانچہ میں نے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تقریر کرنے کی اجازت چاہی مگر انہوں نے مجھے تقریر کرنے سے روک دیا اور میں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ ان سے اپنی ناراضی کا اظہار کروں کیونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے زیادہ صاحبِ علم اور باوقار شخص تھے۔ اس کے بعد انہوں نے خود تقریر شروع کی اور اللہ کی قسم! میں نے اپنے ذہن میں جو کچھ تقریر کے اہم نکات سوچے تھے وہ تمام کے تمام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فی البدیہ کہہ دیئے، یا اس سے بھی زیادہ بہتر الفاظ کہہ دیئے۔ ان کی تقریر ختم ہوئی اور وہ خاموش ہو گئے۔ (بخاری و مسلم)

خلافت اور قریش

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

"اے گروہ انصار! تم نے جو کچھ اپنے فضل و خیر کے بارے میں کہا ہے تم واقعی اس کے اہل ہو مگر عرب کسی طرح بجز قریش کے اس خاندان کے کسی بھی فرد کو امارت و خلافت کے لائق نہیں مان سکتے۔ قریش اپنے نسب اور اپنے شہر (مکہ مکرمہ) کے لحاظ سے عربوں میں سب سے زیادہ اشرف و اعلیٰ ہیں اور میں تم لوگوں کے مفاد میں ان دو آدمیوں میں سے کسی بھی ایک کیلئے راضی ہوں پس ان میں جن سے بھی چاہو بیعت کر لو۔"

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرا (عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہاتھ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہی ہوئی بات مجھے ناگوار نہیں ہوئی، سوائے اس بات کے (کہ انہوں نے بیعت خلافت کیلئے میرا نام پیش کیا) اللہ کی قسم! میری گردن ماردی جاتی تو مجھے اتنا ناگوار نہ معلوم ہوتا بہ نسبت اس کے کہ میں اس قوم کا امیر بنوں جس میں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے شخص موجود ہوں۔

صحابہ کبار رضی اللہ تعالٰی عنہم کی بیعت

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اسی اثناء میں ایک انصاری صحابی نے کہا، اے قریش بہتر یہ ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک قریش سے اس پر شور وغل برپا ہو گیا اور کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں فساد نہ ہو جائے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس نازک موقع پر دانشمندی سے کام لیتے ہوئے بلند آواز سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا کہ اپنے ہاتھ بڑھایئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سب سے پہلے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور کہا:۔

"اے ابو بکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ)! کیا آپ کو رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم نہ دیا تھا کہ آپ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں، اسلئے آپ ہی خلیفہ ہیں، ہم اسلئے آپ کی بیعت کرتے ہیں کہ آپ ہم سب سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محبوب تھے۔"

اس کے ساتھ ہی حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالٰی عنہ آگے بڑھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بیعت کرتے ہوئے کہا:۔

"بلاشبہ آپ مہاجرین میں سب سے برتر ہیں آپ غار میں رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں آپ ہی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اس لئے آپ سے زیادہ کون شخص اس بات کا حقدار ہے کہ اسے خلافت کی اہم ذمہ داریاں سپرد کی جائیں۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بیعت کر لینے کے بعد وہاں پر موجود دیگر صحابہ کبار رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی جوق در جوق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی غرض سے آگے بڑھے۔

سقیفہ بن ساعدہ میں ہونے والی اس بیعت کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ:

"اللہ کی قسم! اس وقت خلافت کیلئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے زیادہ موزوں اور بہتر شخص کوئی نہ تھا، جس کی بیعت کی جاتی اس کے علاوہ یہ خدشہ بھی لاحق تھا کہ کہیں بغیر بیعت کے یہ مجلس برخاست نہ ہو جائے کیونکہ اس نازک موقع پر مسلمانوں میں ایک امیر و حاکم کی شدید ضرورت تھی۔ اگر ہماری غیر موجودگی میں (سقیفہ بن ساعدہ میں) کسی (اور کے) ہاتھ پر بیعت کر لی جاتی تو پھر ہمیں بھی اپنی مرضی کے خلاف اسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا پڑتی تاکہ کسی قسم کا فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔"

بیعتِ عام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر جب سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کی گئی تو اس میں صرف خاص خاص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شریک تھے۔ اس بیعت کے وقت چونکہ شام ہو چکی تھی۔ اس لئے سب وہاں سے واپس آ گئے اور اگلے دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور منبر اقدس پر تشریف فرما ہوئے، اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا:۔

"لوگو! میں نے کل (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر) تم سے ایسی بات کہی تھی جو نہ کتاب اللہ میں پائی جاتی ہے اور نہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کبھی سنی تھی مگر بات یہ تھی کہ اپنی محبت کے جوش میں یہ خیال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ ہمارے درمیان موجود رہیں گے۔ اور ہمارے تمام کاموں کی نگرانی خود فرماتے رہیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر وہ کتاب باقی رکھی ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی ہے۔ پس اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھام لیا تو اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت اسی طرح کریگا جس طرح اس نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدایت کی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارا خلیفہ اس شخص کو بنایا ہے جو تم میں سب سے بہتر ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقرب ہیں، اور یہ وہی ہیں جن کو غار میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا، اس لئے تم سب اُٹھو اور ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیعت کرو۔"

چنانچہ اس موقع پر لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عام بیعت کی۔ (سیرت ابن ہشام)

پہلی تقریر

اس بیعت عامہ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریر کی یہ خلافت کا پہلا خطبہ تھا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا:۔

"لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر برائی کی طرف جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو۔ صدق امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ اِن شاء اللہ تمہارا کمزور شخص بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق واپس دِلا دوں اِن شاء اللہ اور تمہارا قوی شخص بھی میرے نزدیک کمزور ہے، یہاں تک کہ میں اسے دوسروں کا حق دلا دوں۔ جو قوم اللہ کے رستے میں جہاد ترک کر دیتی ہے اس کو اللہ ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کو بھی عام کر دیتا ہے۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو۔ لیکن جب اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر (میری) اطاعت نہیں۔ اب نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔"

خلافت کے ابتدائی دور کی مشکلات

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد نفاق نے سر اُٹھایا۔ عرب کے بہت سے لوگ مرتد ہو گئے اور بعض نے انصار سے علیحدگی اختیار کر لی اتنی مشکلات اکٹھی ہو گئیں کہ اگر اتنی مشکلات پہاڑ پر پڑتیں تو وہ بھی اس بوجھ کو نہ اُٹھا سکتا مگر میرے والد ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبردست اِستقلال سے ہر ایک مشکل کا مقابلہ کیا۔ (ابن عساکر)

لشکرِ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۱ھ ماہِ صفر کے آخری ایام میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بلقا اور فلسطین کے علاقوں میں جا کر رومیوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا، اس جنگ کیلئے تیار ہونے والے لشکر میں مہاجرین اور انصار میں سے کبار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل تھے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لشکر کی قیادت حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک سے دو دن پہلے یعنی ہفتہ کے دن لشکر اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیاری مکمل ہو گئی تھی اور اس کی تیاری کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مقصد کیلئے ماہ صفر کے آخر میں لوگوں کو جہادِ روم پر جانے کا حکم دیا۔ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ

"تم اس مقام کی طرف روانہ ہو جاؤ جہاں تمہارے والد نے شہادت پائی تھی وہاں خوب جہاد کرو، میں تمہیں وہاں جانے والے لشکر کا امیر مقرر کرتا ہوں۔" (فتح الباری)

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لشکر اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی سے دو دن پہلے شدید بیمار ہو گئے جس کے باعث یہ لشکر جرف کے مقام پر (جو کہ مدینہ منورہ سے تقریباً پانچ کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے) رُک گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مدینہ طیبہ آ گیا۔ (فتح الباری)

لشکر کی روانگی کا حکم

حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے تیسرے دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کردے کہ اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کو رومیوں سے جہاد کیلئے بھیجنے کا فیصلہ ہوچکا ہے، اس لئے اس لشکر کا ہر سپاہی مدینہ طیبہ سے نکل کر مقام جرف پر پہنچ جائے جہاں پر کہ اس لشکر نے پہلے روز پڑاوڈالا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس اعلان کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ اس لشکر میں جن لوگوں کو بھیجا جارہا ہے وہ مسلمانوں کے جلیل القدر افراد ہیں اور اس وقت عرب کی جو حالت ہوگئی ہے وہ آپ کے سامنے ہے، لہٰذا ان نازک حالات میں یہ مناسب نہیں کہ آپ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنے سے الگ کردیں، یہ جماعت یہاں پر رہے گی تو آپ کی مددگار ثابت ہوگی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کو قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا:۔

"اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جان ہے اگر مجھے یہ یقین ہو کہ جنگل کے درندے مجھے اٹھا کر لیجائیں گے تو بھی میں اُسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا لشکر ضرور روانہ کرونگا جس طرح کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو روانہ کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ اگر ان بستیوں میں میرے سوا کوئی بھی نہ رہے اور میں اکیلا رہ جاؤں تو بھی یہ لشکر روانہ ہوگا۔" (تاریخ طبری)

لشکر کو الوداع

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے جب لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی کا وقت آیا تو اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر میں تشریف لائے اور انہیں الوداع کہنے کی غرض سے کچھ دور تک ان کے ساتھ گئے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت پیدل چل رہے تھے اور آپ کی سواری کی لگام حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکڑی ہوئی تھی جبکہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار تھے، حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یا تو آپ سوار ہو جائیں یا میں سواری سے اُتر کر پیدل چلوں گا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

"نہ آپ سواری سے اُتریں گے اور نہ میں سوار ہوں گا میرا اس بات سے کیا نقصان ہے کہ تھوڑی دور اللہ تعالیٰ کے رستے میں پیدل چل کر اپنے قدم غبار آلود کرلوں۔ غازی کے نامہ اعمال میں ہر قدم کے بدلے میں سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اس کے سات سو درجات بلند کئے جاتے ہیں اور سات سو گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔" (تاریخ طبری)

لشکر کی روانگی کے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھیں تو عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میری مدد کیلئے مدینہ طیبہ میں میرے پاس چھوڑ جائیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تجویز کو خوشی سے پسند کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ واپس جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس سے پیشتر لشکرِ اسامہ میں شامل تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اعانت کیلئے مدینہ طیبہ میں رہ گئے۔ (تاریخ طبری)

دس نصیحتیں

واپسی کے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:۔

اے لوگو! ٹھہر جاؤ، میں تمہیں دس نصیحتیں کرتا ہوں انہیں یاد رکھنا۔

1. خیانت نہ کرنا۔
2. بدعہدی نہ کرنا۔
3. کسی کو دھوکہ نہ دینا۔
4. مقتولوں کے اعضا نہ کاٹنا۔
5. بچے، بوڑھے اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔
6. کھجور کے درخت نہ جلانا اور پھلدار درخت نہ کاٹنا۔
7. کسی بھیڑ، گائے یا اونٹ کو سوائے کھانے کے ذبح نہ کرنا۔
8. تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجاؤں میں عبادت کیلئے وقف کر دیا ہے اور وہ رات دن انہی میں بیٹھے عبادت کرتے رہتے ہیں، تم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا اور تم ایسے لوگوں کے پاس پہنچو جو تمہارے لئے برتنوں میں مختلف کھانے لائیں گے۔ تم انہیں کھانے لگو تو بسم اللہ پڑھ کر کھانا۔
9. تم ایسے لوگوں سے ملو گے جنہوں نے سر کا درمیانی حصہ تو منڈا دیا ہو گا لیکن چاروں طرف بڑی بڑی لٹیں لٹکتی ہوں گی انہیں تلوار سے قتل کر ڈالنا۔
10. اپنی حفاظت اللہ کے نام سے کرنا۔ اللہ تمہیں شکست اور وباء سے محفوظ رکھے۔ (تاریخ طبری)

اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحت

اسلامی لشکر کو دس نصیحتیں کرنے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق سب کچھ کرنا۔ جنگ کا آغاز قضاعہ کی آبادیاں سے کرنا اس کے بعد آبل (آج کل یہ علاقہ اُردن کے جنوب میں واقع ہے) جانا اور کسی بھی معاملے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی بجا آوری میں ہرگز کوتاہی نہ کرنا۔ (تاریخ طبری)

لشکرِ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کامیابی

اسلامی لشکر کو روانہ کر کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مدینہ طیبہ واپس آگئے جبکہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کی کمان کرتے ہوئے شام کی سرحد میں داخل ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق قضاعہ کے قبائل میں اپنے گھوڑ سواروں کو پھیلا دیا اس کے بعد آبل پر حملہ آور ہوئے اور کامیابی حاصل کی۔ بہت سامانِ غنیمت بھی ہاتھ آیا اور واپسی کی راہ لی۔ اس لشکر کی کامیابی کا مسلمانوں کو بہت فائدہ ہوا۔ ہرقل کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک اور اس کی سرزمین میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حملے کی اطلاع دونوں ایک ہی وقت میں ملی تھیں۔ یہ سن کر رومیوں کے دل پر مسلمانوں کی قوت وطاقت کی دھاک بیٹھ گئی اور انہوں نے حیرانی و تعجب سے کہا کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ جن کا قائد انتقال کر گیا ہے اور یہ اس کے باوجود ہماری سرزمین پر حملہ آور ہو گئے ہیں۔

عرب قبائل پر بھی مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا اور وہ کہنے لگے کہ اگر یہ طاقتور نہ ہوتے تو فوج نہ بھیجتے اتنی بڑی فوج ان کے طاقتور ہونے کی دلیل ہے اس طرح وہ ان سے بہت سی کاروائیوں کے کرنے سے رُک گئے جو وہ مسلمانوں کے خلاف کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کامیابی وکامرانی کے ساتھ جب اپنے لشکر کو لیکر مدینہ طیبہ کے نزدیک پہنچے تو لشکر کی آمد کی اطلاع سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ شہر سے باہر نکل کر بڑی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا۔ (تاریخ طبری، تاریخ الاسلام، تاریخ کامل، تاریخ خلیفہ بن خیاط)

منکرینِ زکوٰۃ سے جنگ

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کی خبر پھیلتے ہی بہت سے قبائل مرتد ہو گئے ان میں سے بعض قبائل ایسے تھے جو اسلام پر تو قائم تھے مگر انہوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ اس صورت حال میں بعض قبائل ایسے بھی تھے جو زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ نماز میں بھی کمی کے خواہاں تھے، چنانچہ ان مرتدین نے اپنا ایک وفد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ ان لوگوں نے بڑے ہی نڈر ہو کر اور بے خوفی کے انداز میں اس طرح گفتگو کی کہ اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اگر تم چاہتے ہو کہ ہم مسلمان ہی رہیں تو پھر ہماری ایک شرط ہے کہ تم نماز میں کمی کر دو اور زکوٰۃ معاف کر دو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قسم کی گفتگو سنی تو بہت ہی غضبناک ہوئے اور جلال میں آکر فرمایا، ایسا تو ہرگز نہیں ہو سکتا نہ تو نماز میں تخفیف ہو سکتی ہے اور نہ ہی صاحب نصاب پر زکوٰۃ کی معافی ہو سکتی ہے۔ یاد رکھو! ابو بکر صدیق رتی جیسی معمولی چیز کیلئے بھی تم سے لڑے گا اور تمہیں کیفر کردار تک پہنچائے گا، خواہ اس معاملے میں ایک شخص بھی میری مدد پر نہ ہو جب تک میرے جسم میں جان اور ہاتھ میں تلوار ہے منافقین سے برابر جہاد کرتا رہوں گا اور مرتدوں کا خاتمہ کر کے چھوڑوں گا۔

صحابہ کرام سے مشورہ

اس ضمن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مشورہ دیا کہ اس وقت ان سے جنگ کرنا مناسب نہیں ہے یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

”اللہ کی قسم! یہ لوگ اگر ایک رسّی یا ایک بکری کا بچہ بھی جو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ادا کیا کرتے تھے۔ اب اس کے دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔“

یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اختلاف رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

”آپ ان لوگوں سے کس طرح جنگ کریں گے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف طور پر یہ فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے لڑوں جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہہ دیں۔ اور جو شخص یہ کلمہ پڑھ لے گا تو اس کا مال اور جان اور اس کا خون بہانا مجھ پر منع کر دیا گیا۔ البتہ جو حقوق اس پر واجب ہوں گے ان کی ادائیگی کا مطالبہ اس سے ضرور کیا جائے گا اور اس کی نیت کا حساب اللہ تعالیٰ اس سے خود لے گا۔“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے موقف پر قائم رہے اور اس کے جواب میں فرمایا:۔

”اللہ کی قسم! میں ان سے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق سمجھنے پر لڑوں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام قبول کرنے والے کے ذمہ جو حقوق ہوں گے ان کی ادائیگی کا مطالبہ ان سے بہر حال کیا جائے۔“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عزم دیکھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ واللہ! مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے منکرین زکوٰۃ سے جنگ کرنے کیلئے آپ کو شرح صدر عطا کیا ہے اور حق وہی ہے جو آپ فرماتے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

منکرینِ زکوٰۃ پر فتح

منکرینِ زکوٰۃ کو یہ علم ہو چکا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس معاملے پر کسی قسم کا سمجھوتہ کرنے کیلئے تیار نہیں اور وہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں سے زبردستی کریں گے۔ چنانچہ منکرینِ زکوٰۃ مدینہ منورہ پر چڑھائی کیلئے اکٹھے ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حکمتِ عملی کے باعث ایسا انتظام کیا کہ منکرینِ زکوٰۃ کی سرکوبی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منکرینِ زکوٰۃ کے قدم لڑکھڑا گئے۔ وہ بھاگ اُٹھے اور بالآخر زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے پر راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر فتح عطا فرمائی۔

مدعیانِ نبوت کا فتنہ

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہی بعض مدعیانِ نبوت کا فتنہ نمودار ہو چکا تھا۔ چنانچہ سرکارِ مدینہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایک کاذب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا یہ مسیلمہ کذاب تھا۔

مسیلمہ کذاب

ہجرت کے دسویں سال بنی حنیفہ کا ایک وفد مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اس وفد میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا ان تمام افراد نے اسلام قبول کیا۔ مسیلمہ کذاب جب یمامہ میں گیا تو وہ مرتد ہو گیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ بہت سے لوگوں نے اس کے اس دعویٰ کو قبول کر لیا۔ چنانچہ اس نے اپنی قوم کے دس افراد کو سفیر بنا کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور ان کے ہاتھ ایک خط بھیجا جس میں تحریر تھا کہ میں آپ کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں، نصف دنیا آپ کی ہے اور نصف میری۔ مسیلمہ کے اس خط کو پڑھ کر حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلال میں آ گئے اور مسواک کی لکڑی جو کہ دست مبارک میں پکڑی ہوئی تھی فرمایا:

"اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ سے اس کو بھی مانگے تو میں اس کو نہیں دوں گا۔"

پھر سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قاصدوں سے پوچھا کہ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم وہی کہتے ہیں جو مسیلمہ کہتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر قاصد کو قتل کرنا منع نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن اُڑا دیتا چنانچہ حکم دیا کہ مسیلمہ کے خط کا یہ جواب لکھا جائے:۔

"محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو۔

اما بعد! زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے۔ اور انجام متقین کیلئے ہے۔"

مسیلمہ کذاب کا خاتمہ

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واضح جواب کے باوجود مسیلمہ کذاب اپنے دعویٰ نبوت پر قائم رہا، یہاں تک کہ جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جہان سے رحلت فرمائی تو مسیلمہ کذاب نے نبوت کے دعویٰ میں تیزی دکھانی شروع کردی اور اس کی گمراہی کا کام یہاں تک پہنچ گیا کہ ایک لاکھ سے زیادہ افراد اس پر ایمان لے آئے۔ مسیلمہ کذاب جادو اور شعبدہ بازی کا فن جانتا تھا جس سے لوگ جلد اس کے جال میں پھنس جاتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فتنہ کے خاتمہ کیلئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں اسلامی لشکر کو ترتیب دیا۔ تاریخ کے اوراق میں تحریر ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین کی سرکوبی اور قلع قمع کیلئے گیارہ لشکر تیار کئے تھے۔ مسیلمہ کذاب بہت طاقت پکڑ چکا تھا۔ چنانچہ اس کی طرف پہلے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا ان کے پیچھے شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ کئے گئے ان کی اعانت کیلئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ کئے گئے۔ مسلمانوں کے کذاب کی فوج کے ساتھ بڑے زبردست معرکے ہوئے دونوں طرف بہت زیادہ جانی نقصان ہوا۔ بیس ہزار سے زیادہ لوگ مسیلمہ کذاب کی طرف سے مارے گئے جبکہ مسلمان شہداء کی تعداد تقریباً بارہ سو تھی۔ تین سو ستر مہاجرین، تین سو انصار باقی دیگر قبائل کے لوگ تھے۔ ان شہداء میں تین سو ستر صحابہ کرام اور قرآن حکیم کے حافظ بھی تھے۔ اس لڑائی میں مسیلمہ کذاب بھاگ کر حدیقۃ الموت میں چھپ گیا مسلمانوں کی ایک جماعت ان کے پیچھے گئی اور اس باغ میں شدید جنگ ہوئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل حضرت وحشی (جو کہ اس وقت تک اسلام قبول کرچکے تھے) نے مسیلمہ کذاب پر حربہ پھینکا جو اس کے سینے میں اتر گیا اور پشت کی طرف سے نکل گیا ایک انصاری مرد نے اسے تلوار مار کر موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

مسیلمہ کذاب کی بیوی سجاح جو کہ خود نبوت کی دعویدار تھی وہ بھاگ کر بصرہ میں چھپ گئی اور روپوشی کے عالم میں کچھ دِنوں کے بعد مرگئی۔ اس طرح مسیلمہ کذاب کے فتنہ کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہوگیا۔ (تاریخ طبری، تاریخ یعقوبی)

اسود عنسی کا خاتمہ

اسود عنسی ایک کاہن اور شعبدہ باز شخص تھا۔ جادو کے زور پر لوگوں کو اپنی طرف راغب کرتا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ جب باذان صنعائی یمن کا بادشاہ تھا اس نے قبول اسلام کر لیا تھا اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے اس ملک کا حکمران تھا اس کا انتقال ہو گیا تو اسود عنسی نے خروج کر کے صنعاء کے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر لیا اور ملک پر قابض ہو گیا، اس نے باذان کی بیوی مرزبانہ کو زبردستی اپنے نکاح میں لے لیا۔

اسود عنسی نے حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے فتنہ کو جڑ سے اُکھاڑنے کیلئے ایک مہم روانہ کی، چنانچہ اسود عنسی حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت قیس بن مکشوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں نشہ کی حالت میں جہنم واصل ہوا۔ اس طرح اس جھوٹے مدعی نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ (تاریخ طبری، معارج النبوۃ)

طلیحہ بن خویلد کی سرکوبی

طلیحہ بن خویلد بھی مدعی نبوت تھا اس کا دعویٰ تھا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آتے ہیں اور میرے پاس وحی لاتے ہیں اس نے سجدوں کو نماز سے خارج کر دیا اور پہلی چیز جو اس سے ظاہر ہو کر لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوئی یہ تھی کہ ایک دن وہ اپنی قوم کے ساتھ سفر کر رہا تھا ان کے پاس پانی ختم ہو گیا اور ان پر پیاس نے غلبہ کیا تو اس نے کہا کہ میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور چند میل تک چلو تو تمہیں پانی مل جائے گا۔ اس کی قوم کے لوگوں نے ایسا ہی کیا تو انہیں پانی مل گیا۔ اس وجہ سے بدوی اس کے فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی خبر ملی تو اس کی سرکوبی کیلئے ایک لشکر تیار کیا اور اس کا امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فتنہ کے خاتمہ کی غرض سے روانہ ہوئے قبیلہ طی میں پہنچے اور حکمتِ عملی سے قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر طلیحہ کے سر پر جا پہنچے۔ طلیحہ کے لشکر کا سردار عینیہ بن حصین فزاری تھا جبکہ طلیحہ خود دورانِ جنگ ایک خیمے میں سر پر چادر ڈال کر بیٹھا تھا کہ مجھ پر وحی نازل ہونے والی ہے۔

جنگ کے دوران مسلمانوں کی زبردست قوت دیکھ کر عینیہ فوری طور پر طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تیرے پاس جبرائیل علیہ السلام کوئی وحی لے کر آئے ہیں؟ طلیحہ نے کہا ابھی نہیں۔ اسی طرح عینیہ نے دو مرتبہ آکر پوچھا اور طلیحہ کا جواب پہلے والا ہی تھا۔ جب مسلمانوں نے اس لشکر کا محاصرہ کر لیا تو عینیہ تیسری مرتبہ طلیحہ کے پاس آیا اور گھبراہٹ کے عالم میں پوچھا کہ اب بھی جبرائیل علیہ السلام کوئی وحی لے کر آئے ہیں یا نہیں؟ طلیحہ نے کہا ہاں وحی لائے ہیں۔ عینیہ نے پوچھا کیا؟ طلیحہ نے جواب دیا کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ

"تیرے پاس بھی ویسی ہی چکی ہے جیسی کہ مسلمانوں کے پاس ہے اور تیرا ذکر بھی ایسا ہے جسے تو کبھی بھی نہ بھولے گا۔"

عینیہ جو کہ پہلے ہی گھبرایا ہوا تھا اسے طلیحہ پر غصہ آرہا تھا اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور چیخ کر بولا:۔

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ جلدی ایسے واقعات پیش آئیں گے جن کو تو کبھی نہ بھولے گا۔"

اس کے بعد عینیہ اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوا اور کہا:۔

"اے گروہ فزارہ! اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ اللہ کی قسم! یہ شخص جھوٹا ہے بھاگ کر اپنی جانیں بچاؤ۔"

بنو فزارہ نے جب اپنے امیر کی یہ بات سنی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے، طلیحہ کا لشکر بھی منتشر ہو گیا، جو لوگ اس کے پاس رہ گئے وہ بہت پریشان تھے۔ انہوں نے طلیحہ سے پوچھا کہ ہمارے لئے اب کیا حکم ہے؟ طلیحہ نے اپنے لئے پہلے سے ایک گھوڑے اور اپنی بیوی کیلئے ایک اونٹ کا انتظام کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس نے یہ صورت حال دیکھی تو کود کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اپنی بیوی کو بھی سوار کر کے یہ کہتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا کہ جو کوئی میری طرح اپنے اہل و عیال کو لے کر بھاگ سکتا ہے وہ بھاگ جائے۔

اسی طرح طلیحہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ عینیہ بن حصین نے مدینہ طیبہ پہنچ کر اسلام قبول کر لیا اور جو قبائل مرتد ہو گئے تھے وہ اسلام کی طرف دوبارہ لوٹ آئے۔ اس کے بعد طلیحہ بھی اسلام قبول کر کے پھر سے مسلمان ہو گیا۔ (معارج النبوۃ۔ تاریخ یعقوبی)

مرتدین کا انسداد

حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بہت سے فتنوں نے سر اُٹھایا بہت سے سردارانِ عرب مرتد ہوگئے۔ مرتدین کے ان فتنوں کا خاتمہ کرنا بہت ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد فوری طور پر اس طرف بھی توجہ کی اور مرتدین کے انسداد کیلئے حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے مختلف اسلامی لشکروں کو ترتیب دیا۔

بحرین میں قلع قمع

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال مبارک جس مہینہ میں ہوا اسی مہینہ میں بحرین کے حکمران منذر بن ساوی کا بھی انتقال ہوگیا، اس کے ساتھ ہی بحرین کے لوگ مرتد ہوگئے، نعمان بن منذر نے بحرین میں سر اُٹھایا اور حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بحرین میں ایلچی تھے ان کو وہاں سے واپس آنا پڑا، بحرین کے مرتدین نے نعمان بن منذر کو اپنا بادشاہ بنالیا اور اس کی قیادت میں اپنی قوت مضبوط کرنا شروع کردی۔ چنانچہ مرتدین کی سرکوبی کیلئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر کو بحرین کی طرف روانہ فرمایا۔ بحرین میں مرتدین کو سخت شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمانوں کے زبردست حملے سے مرعوب ہو کر باغی اور مرتدین جزیرہ دارین کی طرف بھاگ اُٹھے اور وہاں پر پناہ گزیں ہوگئے، حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مفرورین کا تعاقب کیا اور نعمان بن منذر اور اس کے حواریوں کا مکمل طور پر قلع قمع کردیا۔ (تاریخ طبری)

عمان میں قلع قمع

عمان میں لقیط بن مالک ازدی مرتد ہو گیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا، اس کا قلع قمع کرنا بھی ضروری تھا چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوری طور پر مرتدین کی سرکوبی کی غرض سے حضرت حذیفہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عمان کی طرف روانہ فرمایا۔

اس لشکر کو روانہ کرتے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ ازد کے حضرت عرفجہ بن ہرثمہ البارقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ایک لشکر کا قائد بناتے ہوئے مہرہ کی طرف روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ دونوں ساتھ ساتھ سفر کریں سب سے پہلے عمان کے فتنہ کو ختم کیا جائے اور جب عمان میں مرتدین سے اسلامی لشکر کی جنگ ہو تو اس کی قیادت حذیفہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کریں جبکہ مہرہ میں جنگ ہونے کی صورت میں اسلامی لشکر کی قیادت عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کریں۔ چنانچہ دونوں قائدین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق وہاں سے روانہ ہوئے اس دوران حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کہ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے فتنہ ارتداد کے خاتمہ کیلئے گئے ہوئے تھے اور ان کی مدد کیلئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا تھا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکمتِ عملی سے کام نہ لیا اور حضرت شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہنچنے سے پہلے مسیلمہ کذاب کی افواج پر حملہ کر دیا تاکہ حضرت شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کے بغیر ہی کامیابی حاصل ہو جائے۔ لیکن مسیلمہ کذاب کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ بہر حال حضرت شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہنچنے پر مسیلمہ کذاب اور اس کی افواج کو شکست ہوئی اور مسیلمہ کذاب کے فتنہ کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی وہاں پر ہی تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں مدینہ طیبہ آنے سے منع کر دیا اور حکم دیا کہ وہ فوری طور پر عمان پہنچیں اور باغیوں کے قلع قمع کیلئے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کریں۔ اس بات کی خبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بھی پہنچا دی، حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقت ضائع کئے بغیر فوراً عمان کیلئے روانہ ہوئے اور دونوں قائدین کے پہنچنے سے پہلے ہی عمان پہنچ گئے، پھر جب تینوں سپہ سالار اکٹھے ہوئے تو تینوں نے مل کر مشترکہ طور پر جنگ کرنے کی حکمتِ عملی ترتیب دی۔ مرتدین کے ساتھ ایک زبردست جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ لقیط بن مالک قتل ہوا اور اس طرح عمان سے بھی مرتدین کا خاتمہ ہو گیا۔ (تاریخ طبری، تاریخ الکامل)

مرتدین کندہ کی سرکوبی

مرتدین کندہ کی سرکوبی کیلئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر کندہ کی طرف روانہ فرمایا۔

چنانچہ مسلمانوں نے کندہ کے باغیوں اور مرتدین سے جنگ کر کے انہیں شکست دی اس طرح کندہ سے بھی مرتدین کا قلع قمع ہو گیا اور اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ (تاریخ طبری)

جمع قرآن

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو ہر طرف سے فتنہ ارتداد نے سر اُٹھایا اور بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پروردگارِ عالم کی مدد سے حکمتِ عملی کے ساتھ فتنہ ارتداد کا نہایت کامیابی وکامرانی سے خاتمہ کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں مرتدین کا قلع قمع کر کے امن وامان کا دور دورہ قائم کر دیا مرتدین کے انسداد کے دوران بہت سے معرکے پیش آئے جن میں بہت سے حفاظ قرآن شہادت کے رُتبے پر فائز ہوئے۔ خاص طور پر مسیلمہ کذاب کے قلع قمع کے دوران جنگِ یمامہ کی خونریز جنگ میں حفاظ قرآن سینکڑوں کی تعداد میں شہید ہو گئے تھے، چونکہ اسلام کا قیام وبقا تمام تر قرآن حکیم کے قیام وبقا پر موقوف ہے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جو آیاتِ مبارکہ نازل ہوتی تھیں اگرچہ وہ الگ الگ صورتوں میں لکھ لی جاتی تھیں لیکن قرآن حکیم منظم شکل میں مرتب نہیں ہوا تھا۔

جمع قرآن کا مشورہ

چنانچہ جنگِ یمامہ میں حفاظ کرام کی کثیر تعداد کی شہادت کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن حکیم کے جمع وترتیب کی طرف خاص طور پر توجہ ہوئی اس ضمن میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جنگِ یمامہ کے بعد ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلوایا۔ جس وقت میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو وہاں پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ مجھ سے (مخاطب ہو کر) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ اگر اسی طرح حفاظ قرآن لڑائیوں میں شہید ہوتے رہے تو حفاظ کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم بھی نہ کہیں اُٹھ جائے اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید کو جمع کر لیا جائے۔

(حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) میں نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا ہے کہ میں اس کام کو کیسے کر سکتا ہوں جسے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (اپنی حیاتِ مبارکہ میں) نہیں کیا تو اس پر انہوں نے (عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا ہے کہ اللہ کی قسم! یہ نیک کام ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس وقت سے اب تک ان کا اصرار جاری ہے یہاں تک کہ مجھے اس معاملہ میں شرح الصدر ہوا۔ اور میں سمجھ گیا کہ اس (کام) کی بڑی اہمیت ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ ساری باتیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموشی سے سن رہے تھے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم جوان اور عقل مند آدمی ہو اور تم پر کسی بھی بات میں اب تک کوئی الزام تک نہیں لگا (یعنی سچے اور راست گفتار ہو) اس کے علاوہ تم کاتبِ وحی بھی رہ چکے ہو لہٰذا تم قرآن حکیم کو تلاش کر کے اسے ایک جگہ جمع کر دو۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، یہ بہت ہی عظیم کام تھا اور مجھ پر بہت ہی شاق تھا اگر مجھے پہاڑ کو ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ لے جانے کا حکم دیا جاتا تو یہ کام میرے لئے قرآن پاک جمع کرنے سے زیادہ آسان تھا۔ لہٰذا میں نے عرض کیا کہ آپ دونوں وہ کام کس طرح کر سکتے ہیں، جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی فرمایا کہ اس میں اُمت کی بھلائی ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ وہ برابر میری باتوں کا جواب دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح میرا سینہ بھی کھول دیا۔ چنانچہ میں نے اس عظیم کام کے کرنے کیلئے حامی بھر لی اور قرآن حکیم کی تلاش کا کام جاری کیا اور چمڑے، لکڑی، پتھروں کے ٹکڑوں اونٹ بکریوں کے شانوں کی ہڈیوں اور درختوں کے پتوں کو جن پر آیاتِ قرآنی تحریر تھیں اِکٹھا کیا اور پھر لوگوں کے سینہ میں جو قرآن پاک محفوظ تھا اس کی مدد سے قرآن حکیم کو جمع کیا۔ سورۂ توبہ کی دو آیاتِ مبارکہ مجھے خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اور کہیں سے نہ مل سکیں وہ آیات یہ تھیں:۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

جب میں نے قرآن پاک کے اوراق لکھ لئے تو معلوم ہوا کہ اس میں سورۂ احزاب کی ایک آیت مبارکہ نہیں ہے جسے میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کرتا تھا آخر وہ آیت مبارکہ بھی حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملی وہ آیت یہ تھی:۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ

(حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ) اس آیت مبارکہ کے مل جانے پر میں نے اسے مذکورہ بالا سورہ (احزاب) میں شامل کر لیا اس طرح میں نے قرآن حکیم جمع کر کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال تک ان کے پاس رہا اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہا اور ان کے وصال کے بعد ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ (اُمّ المومنین) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رہا۔ (بخاری شریف)

جمع قرآن میں احتیاط

جمع قرآن کا عظیم کام نہایت اہمیت کا حامل تھا اس لئے قرآن حکیم کو جمع کرنے میں نہایت ثبت اور احتیاط سے کام لیا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان کرا دیا تھا کہ جس جس نے بھی قرآن حکیم حفظ کیا ہو یا اس کا کوئی حصہ لکھا ہوا اس کے پاس ہو اس کی اطلاع حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے اور لکھا ہوا حصہ ان کے سامنے پیش کرے۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہڈیوں، پتوں، کھجور کے درخت کی چھالوں، چمڑوں اور پتھروں پر لکھی ہوئی آیات اور سورتیں کثیر تعداد میں جمع ہونے لگیں۔ جب سورتیں اور آیاتِ مبارکہ کو ایک جگہ جمع کرنے کا مرحلہ طے پایا گیا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی جانچ پڑتال اور ترتیب کا کام شروع کیا کوئی آیت مبارکہ اس وقت تک قبول نہ کرتے تھے جب تک کہ اچھی تحقیق نہ کر لیتے تھے کہ واقعی یہ آیت اسی طرح رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔

محققین کرام اس ضمن میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ مسجد کے دروازے پر بیٹھ جائیں اور جو لوگ قرآن حکیم کی آیات مبارکہ کو پیش کریں وہ جب تک دو گواہ نہ لائیں وہ قبول نہ کی جائیں۔ اس پر نہایت شدت کے ساتھ عمل ہوا چنانچہ ایک شخص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیت رجم پیش کی تو چونکہ اس کا کوئی گواہ نہ تھا اس لئے انہوں نے اس کو نہیں لکھا۔ اس کے برخلاف حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آیت مبارکہ کا پتا دیا، تو چونکہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی گواہی کو دو اشخاص کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا، اس لئے وہ قبول کر لی گئی۔

اس قدر احتیاط اور چھان بین کے ساتھ تمام آیات مبارکہ جمع ہو کر الگ الگ سورتوں میں کاغذ پر لکھ لی گئیں۔

(فتح الباری، اتقان)

جمع و ترتیب قرآن کے بارے میں ضروری وضاحت

اس موقع پر اس بات کی وضاحت کرنا نہایت ضروری اور لازمی ہے کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ عہدِ نبوی میں قرآن حکیم کی آیات اور سورتوں میں باہم کوئی ترتیب نہ تھی اور نہ ہی سورتوں کے نام وضع ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں جو اس عظیم کام کو پایہ تکمیل پہنچایا گیا وہ یہی تھا کہ ان آیات و سورتوں کو باہم مرتب کر دیا گیا حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں یہ خیال دُرست نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ جس طرح قرآن حکیم کی ہر آیت مبارکہ الہامی ہے، اسی طرح آیات و سورتوں کی باہمی ترتیب اور سورتوں کے نام بھی الہامی ہیں اور حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہی یہ سب کام ہو چکا تھا مگر چونکہ قرآن حکیم کی آیات و سورتیں مختلف اوقات و مواقع پر نازل ہوئی تھیں اور بہت سے لوگوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر ان کو حفظ کر لیا ہوا تھا۔ جبکہ بہت سے لوگوں نے ہڈیوں، پتوں، چمڑوں، پتھروں، کھجور کے درخت کے چھالوں پر لکھ لی ہوئی تھیں۔ اور ان کو حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ترتیب دیا ہوا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیات کی طرح سورتوں کی ترتیب اور منازل کی تقسیم بھی خود ہی مقرر فرمادی تھی۔ جیسا کہ ایک حدیثِ پاک میں آتا ہے:۔

"حضرت اوس بن ابی اوس حذیفہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بنو ثقیف کے اس وفد میں شامل تھا جو اسلام قبول کرنے کی غرض سے مدینہ طیبہ آیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ مجھے قرآن حکیم کی منزل پوری کرنی ہے اور میرا اِرادہ ہے کہ جب تک وہ ختم نہ کرلوں باہر نہ نکلوں۔ اس پر ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کہ آپ لوگوں نے کس طرح قرآن مجید کو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تین سورتوں، پانچ سورتوں، سات سورتوں، نو سورتوں، گیارہ سورتوں، تیرہ سورتوں اور ق سے شروع ہو کر آخر قرآن تک جسے مفصل کہتے ہیں۔ (ابوداؤد، مسند احمد بن حنبل)

اسی طرح سورتوں کے نام بھی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی موسوم ہو چکے تھے اور ہر آیت کا آغاز اور اس کا اختتام بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے معلوم ہو چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی احادیثِ مبارکہ سے سورتوں کے ناموں اور آیات کی وضاحت کا پتا چلتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ

"ہر چیز کی ایک بلندی ہوتی ہے اور قرآن پاک کی بلندی سورۂ بقرہ ہے، اس سورہ میں ایک آیت ہے جو تمام آیتوں کی سردار ہے اور وہ آیۃ الکرسی ہے۔" (ترمذی شریف)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں قرآن حکیم کی اہمیت و عظمت کے پیش نظر قرآن پاک کو ایک جگہ پر جمع کرنے کا عظیم اور اہم کام سرانجام دیا گیا جیسا کہ اس ضمن میں علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بخاری شریف کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

"قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قول "یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً الآیۃ" میں ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن حکیم صحیفوں میں جمع ہے قرآن حکیم صحیفوں میں لکھا ہوا ضرور تھا مگر متفرق تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جگہ جمع کر دیا۔ پھر ان کے بعد محفوظ رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد نسخے نقل کرا کر دوسرے شہروں میں ارسال کر دیئے۔" (فتح الباری)

معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے قرآن حکیم کی تحریروں کی روشنی میں اور حفاظ کرام سے سن کر نہایت احتیاط اور چھان بین کے ساتھ بڑی محنت سے قرآن حکیم کی متفرق صورت کو جمع کر کے ایک کتابی شکل میں مدون کیا تھا۔

عظیم اور اہم کام

بلاشبہ قرآن حکیم کو ایک کتابی شکل میں جمع کرنا نہایت عظیم اور اہم کام تھا اور مسلمانانِ عالم کو اس کا بہت فائدہ ہوا۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں قرآن حکیم کی قرأت میں اختلاف پیدا ہوا تو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی توجہ اس طرف دلائی اور کہا کہ قبل اس کے یہود و نصاریٰ کی طرح یہ اُمت اپنی کتاب میں اختلاف کرے، آپ اس کا تدارک فرمائیے۔

اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں سے اس مجموعہ کو منگوایا اس مجموعہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے کیا ہوا تھا اور وصیت فرمادی تھی کہ یہ مجموعہ کسی شخص کو نہ دیں لیکن اگر کسی کو اس سے نقل کرنا یا اپنا نسخہ دُرست کرنا ہو تو وہ اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ جب یہ مجموعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لایا گیا تو حضرت عثمان غنی نے حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم دیا کہ اس کو قریش کی زبان میں لکھیں۔ ان بزرگوں نے جب قرآن حکیم کے چند نسخے نقل کر لئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مصحف واپس کر دیا گیا اور تمام صوبوں میں ان کا ایک نسخہ روانہ کیا۔ صحیح بخاری میں ان مصاحف کی تعداد مذکور نہیں جبکہ دیگر کتب میں مختلف تعدادیں مذکور ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کی تعداد سات تھی۔ ایک کو مدینہ طیبہ میں محفوظ رکھا گیا تھا جبکہ بقایا کو مکہ مکرمہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ کی طرف ارسال کر دیا تھا اور صوبوں کی تعداد کے لحاظ سے یہ روایت قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جمع کیا ہوا قرآن حکیم کا وہ نسخہ جو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس محفوظ تھا اس نسخہ کو مروان نے جو کہ مدینہ طیبہ کا حاکم تھا، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے لینا چاہا مگر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مروان کو یہ نسخہ دینے سے انکار کر دیا اور اپنے پاس محفوظ رکھا۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو مروان نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس نسخہ کو لے کر ضائع کر دیا۔ (فتح الباری)

فتوحات

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اس خطہ ارضی پر دو سلطنتیں سب سے بڑی تھیں۔ ایک روم کی سلطنت اور دوسری فارس یعنی ایران کی سلطنت۔ اس وقت دنیا میں صرف دو ہی تمدن تھے نصف دنیا پر رومی تمدن چھایا ہوا تھا اور نصف پر ایرانی تمدن۔ جزیرہ نمائے عرب میں جو بالکل کسمپرسی اور تاریکی کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور اسلام کے ذریعہ ایک نئی سلطنت اور نئے تمدن کا آغاز ہوا اور پھر اسلامی فتوحات کا ایک سلسلہ شروع ہوا کہ دنیا نے دیکھ لیا کہ اسلامی سلطنت اور اسلامی تمدن کے مقابلے میں رومیوں اور ایرانیوں کے تمدن ماند پڑ کر فنا ہوگئے پھر جب سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو جہاں پر مرتدین کے فتنہ نے سر اُٹھایا وہاں پر رومیوں اور ایرانیوں نے بھی اس موقع کو غنیمت خیال کیا اور اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کیلئے تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔ چنانچہ ایک طرف ہرقل کی فوجیں شام میں اور دوسری طرف ایران کی فوجیں عراق میں جمع ہونے لگیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دُور اندیشی اور حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے فتنہ ارتداد کو جلد سے جلد جڑ سے اُکھاڑ کر مٹایا اور پھر اس کے ساتھ ہی رومیوں اور ایرانیوں کے خطرے سے نپٹنے کیلئے اپنی توجہ مرکوز فرمائی۔

عراق کی مہم

فتنہ ارتداد کے خاتمے کیلئے اسلامی لشکروں کو روانہ کرنے سے قبل ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں ایک چھاپہ مار دستہ عراق کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ جب تک فتنہ ارتداد مکمل طور پر ختم نہ ہو جائے، مسلمانوں کا یہ چھاپہ مار دستہ اپنی چھاپہ مار کاروائیوں سے ایرانیوں کو پریشان کرتا رہے تاکہ ایرانی ملک عرب پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ کر سکیں۔ اسی لئے اس دستہ کو روانہ کرتے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاص طور پر حکم دیا تھا کہ عراق میں پہنچ کر کسی بھی جگہ جم کر لڑائی کا آغاز نہ کیا جائے۔ یہ حکمتِ عملی بہت کامیاب رہی۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی درخواست پر انہیں باقاعدہ طور پر ایرانیوں پر حملہ آور ہونے کی اجازت دے دی تھی چنانچہ اس اجازت کے ملتے ہی جناب مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قبیلے کے ہمراہ نہایت جوش و جذبے سے سرشار ہو کر عراق پر دھاوا بول دیا۔ ان کے حملے اس قدر زور دار تھے کہ دریائے دجلہ اور فرات کے ڈیلٹائی علاقے ان کے قبضہ میں آگئے اور پھر دیگر علاقے بھی فتح ہوتے گئے ان فتوحات کی اطلاعات جب مدینہ طیبہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچیں تو آپ نے یہ مناسب سمجھا کہ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کمک روانہ کیا جائے تاکہ اُن کی فتوحات کا سلسلہ قائم رہ سکے۔

کمک کی روانگی

چنانچہ اس مقصد کیلئے آپ نے فوری طور پر عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو مجد میں مقیم تھے لکھا کہ ان مسلمانوں کو جو مرتد نہیں ہوئے اور اسلام پر بدستور قائم ہیں اپنے ہمراہ لے کر سب سے پہلے دومۃ الجندل جائیں اور وہاں کے باغی لوگوں کی سرکوبی کر کے ان کو مطیع کریں اور پھر فارغ ہونے کے بعد مشرقی حیرہ کی طرف پہنچیں اور بالائی عراق پر حملہ آور ہوں اگر ان سے پہلے خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچ جائیں تو ان کی سپہ سالاری میں ایرانیوں سے جنگ کی جائے اور اپنا لشکر خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سپہ سالاری میں دے دیا جائے اور اگر خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پہلے وہ پہنچ جائیں تو پھر ان کی قیادت میں اسلامی لشکر ایرانیوں سے جنگ کرے اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی قیادت کے تحت اپنے فرائض سرانجام دیں، اس کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کہ یمامہ میں مقیم تھے لکھا کہ اپنے لشکر کو لے کر زیریں عراق کی طرف روانہ ہو جائیں۔

اسلامی لشکر کی تعداد

حکم کے مطابق اسی طرح ہی کیا گیا اثنائے راہ میں جو قبائل و روساء آتے گئے وہ اپنی خوشی سے دائرہ اسلام میں داخل ہوتے گئے یا انہوں نے اسلامی سیادت کو تسلیم کر لیا۔ ابلہ کے مقام پر حضرت مثنیٰ بن حارثہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں آکر مل گئے اس مقام پر اسلامی لشکر کی تعداد کا جائزہ لیا گیا کل اٹھارہ ہزار افراد کا لشکر تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمامہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط ملا تھا تو اس وقت آپ کے پاس دو ہزار افراد موجود تھے۔ کیونکہ جنگِ یمامہ میں آپ کے لشکر کے بہت زیادہ مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ خط ملتے ہی حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مضر اور ربیعہ قبائل سے مزید آٹھ ہزار افراد اکٹھے کئے اور تقریباً دس ہزار افراد کے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے عراق کی طرف روانہ ہوئے تھے مقام ابلہ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں دو ہزار کی جمعیت موجود ہے پھر مزید اسلامی لشکروں کی آمد سے کل تعداد اٹھارہ ہزار ہو گئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس متحدہ اسلامی لشکروں کی قیادت سنبھالی۔

جنگی حکمتِ عملی

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بعد جنگی حکمتِ عملی ترتیب دی اور اسلامی لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ لشکر کی قیادت حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھی۔ دوسرے حصہ لشکر کی قیادت حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھی۔ جبکہ لشکر کے تیسرے حصہ کی قیادت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اپنے ہاتھ میں رکھی۔ اس کے ساتھ ہی لشکر کے ہر حصہ کو یہ حکم دیا کہ وہ مختلف راستوں سے ہوتا ہوا حفیر پہنچے۔ حفیر عراق کا وہ ایرانی صوبہ تھا جس پر ایک دلیر اور جنگجو سردار ہرمز گورنر کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ ہرمز کی دھاک بہت دور دور تک بیٹھی ہوئی تھی، عرب و عراق کے علاوہ ہندوستان میں بھی اس کی دھاک تھی کیونکہ وہ اپنے جنگی بیڑہ کے ساتھ ہندوستان کے ساحل پر بھی حملہ آور ہوتا رہتا تھا۔

لشکر کی روانگی سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرمز کو ایک خط ارسال کیا تاکہ اتمام حجت پوری ہو جائے۔ اس خط میں تحریر کیا تھا کہ

”تم لوگ اسلام قبول کر لو تو امن میں رہو گے یا جزیہ ادا کرو اس صورت میں ہم تمہاری حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔ ورنہ یاد رکھو کہ میں نے ایسی قوم کے ساتھ تم پر چڑھائی کی ہے جو موت کی اتنی ہی فریفتہ ہے جتنے تم لوگ زندگی کے۔“

اس خط کے ارسال کرتے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت والے اسلامی لشکر کو بھی روانہ کر دیا تاکہ وہ فوری طور پر حفیر پہنچ جائے اس سے اگلے دن حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں لشکر کو روانہ کر دیا جبکہ تیسرے دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہو گئے۔

لشکروں کا پڑاؤ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط جب ہرمز کو ملا تو اس نے فوری طور پر اس کی اطلاع دربار ایران کو دی اور خود مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی غرض سے فوجیں جمع کر کے روانہ ہوا۔ وہ اپنی فوجوں کے ہمراہ کواظم کی طرف جا رہا تھا کہ اثنائے راہ میں اسے خبر ملی کہ اسلامی لشکر حفیر کی طرف بڑھ رہے ہیں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکروں کو اس مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا تھا اس خبر کے ملتے ہی ہرمز تیزی سے حفیر کی طرف بڑھا اور مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی اس نے اس مقام پر پڑاؤ ڈال دیا جہاں پر کہ پانی تھا۔ جب مسلمان وہاں پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ہرمز کی فوجیں اس مقام میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں جہاں پر پانی وافر ہے۔ اسلامی لشکروں کو مجبوراً ایرانیوں کے مقابل خیمہ زن ہونا پڑا اور اس جگہ پر دور دور پانی نہیں تھا۔ پانی کا نہ ہونا ایک بہت بڑی مشکل تھی مگر اس موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی پُرجوش باتوں سے مسلمانوں کی ہمت بندھائی اور بے جگری سے لڑنے کی ترغیب دیتے ہوئے فتح کی بشارت دی۔

جنگ کی ابتداء

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ کی ابتداء کرتے ہوئے سب سے پہلے میدان میں نکل کر ہرمز کو للکارا چنانچہ ہرمز مقابلے کیلئے آگے بڑھا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کوئی مہلت نہ دی اور اس پر اپنی تلوار کا وار کیا ہرمز بھی تیار تھا اس نے اپنے آپ کو اس وار سے بچایا اس کے ساتھ اس نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تلوار سے حملہ کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس سے غافل نہ تھے، فوراً پیچھے کو ہو کر بیٹھے اور پھرتی کے ساتھ آگے کی طرف ہوتے ہوئے ہرمز کی کلائی اپنی مضبوط گرفت میں لے کر اس سے تلوار چھین لی۔ ہرمز کے ہاتھ سے تلوار نکلتے ہی ہرمز نے کشتی کے انداز میں حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے قابو میں کرنا چاہا اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لپٹ گیا حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو کمر سے پکڑ کر اوپر اُٹھایا اور پھر اس قدر زور سے زمین پر دے مارا کہ ہرمز بے حس و حرکت ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے سینے پر چڑھ گئے۔

ایرانیوں کا ایک دستہ جسے ہرمز نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دھوکہ سے شہید کرنے کی غرض سے تعینات کر رکھا تھا۔ موقع کی تاک میں تھا اس دستہ نے جب ہرمز کو مغلوب ہوتے دیکھا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کرنے کیلئے تیزی سے میدان کی طرف دوڑا۔ حضرت قعقاع بن عمرو جو بڑے غور سے دشمنوں کی حرکات کا جائزہ لے رہے تھے۔ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اپنے دستے کے ہمراہ ان پر چڑھ دوڑے اور ان کو روکا۔ اس دوران حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرمز کا سر کاٹ کر پھینک دیا۔

عام جنگ

اس کے بعد دونوں فوجوں کے مابین عام جنگ شروع ہو گئی ایرانی اپنے سردار کے مارے جانے سے ہمت ہار بیٹھے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کے مقابلے پر جم کر لڑ نہ سکے ان کے مقابلے میں مسلمان بڑی بے جگری سے لڑے، ایرانیوں کو شکست ہوئی ان کے قدم اُکھڑ گئے اور انہوں نے میدانِ جنگ سے بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایرانیوں کے بھاگتے ہوئے لشکر کا تعاقب کرنے کی ہدایت کی انہوں نے ان کا تعاقب کیا۔

مسلمانوں کے ہاتھ بہت سامالِ غنیمت آیا اور اس معرکہ میں اللہ تعالیٰ نے اُنہیں کامیابی سے نوازا۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق شکست خوردہ ایرانیوں کا تعاقب جاری رکھے ہوئے تھے۔ اس تعاقب کے دوران حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حصن المراۃ کا محاصرہ کر لیا۔ اس قلعہ کو جلد ہی فتح کر کے آگے بڑھے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوشش تھی کہ بھاگتے ہوئے ایرانیوں کو مدائن تک نہ پہنچنے دیں اور وہاں پر پہنچنے سے پہلے ہی ان کا خاتمہ کر دیں اس مقصد کیلئے وہ مسلسل ان مفرورین کا تعاقب جاری رکھے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں ان کو اطلاع ملی کہ مسلمانوں کے مقابلے کیلئے مدائن سے ایرانیوں کا ایک عظیم الشان لشکر روانہ ہو چکا ہے۔

معرکہ مذار

ایرانیوں کا یہ لشکر ایک بہادر سردار قارن کی قیادت میں تیزی سے بڑھتا چلا آرہا تھا۔ ہرمز نے جب دربار ایران کو اسلامی لشکر کی آمد اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط کے بارے میں لکھ کر بھیجا تھا تو وہاں سے اسی وقت ہرمز کی امداد کیلئے اس لشکر کو روانہ کر دیا گیا تھا یہ لشکر ابھی راستے میں ہی تھا کہ ان کو ہرمز کے مارے جانے کی اطلاع ملی یہ اطلاع میدانِ جنگ سے بھاگنے والوں نے ان کو پہنچائی۔ ان بھاگنے والوں کے ساتھ انوشجان اور قباد بھی تھے۔ قارن نے ان بھگوڑوں کو روک کر ان کی ہمت بندھائی اور ان کو اپنے ساتھ شامل کر کے آگے کی طرف بڑھا جب دریائے دجلہ اور فرات کو آپس میں ملانے والی ایک ندی کے کنارے پہنچا تو اس مقام کو مناسب و موزوں خیال کر کے پڑاؤ ڈالا، اس جگہ کا نام مذار تھا۔

حضرت مثنٰی بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قارن کے لشکر کی آمد کی اطلاع اور اس کے عزائم کے بارے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خط کے ملتے ہی فوری تیاری کرتے ہوئے اپنی فوج کو لے کر بہت تھوڑے وقت میں مذار پہنچ گئے۔ دوسری طرف ایرانی لشکر اپنی بھرپور تیاریوں میں تھا وہ مسلمانوں سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کیلئے بے تاب تھے وہ انتقام کی آگ میں اندھے ہو رہے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ارادوں اور عزائم کو جانتے تھے، اس لئے انہوں نے ایرانیوں کو کوئی مہلت دینا مناسب نہ سمجھا اپنے لشکر کو جنگی ترتیب سے منظم کر کے ان پر چڑھائی کر دی گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمان بہادری، دلیری، جرأت اور اس قدر بے جگری سے لڑے کہ ایرانیوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ ان کے تینوں بڑے سردار قارن، انوشجان اور قباد مارے گئے۔ ان سرداروں کے قتل کے بعد ایرانی حوصلہ ہار بیٹھے اور اپنی تیس ہزار لاشیں میدانِ جنگ میں چھوڑ کر بھاگے۔ بھاگتے ہوئے بہت سے نہر میں ڈوب کر مر گئے، بہت سے گرفتار ہوئے۔

اس معرکہ میں ایرانیوں کو زبردست شکست کا سامنا ہوا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح حاصل کرنے کے بعد کچھ مدت تک مذار ہی میں قیام کرنے کا فیصلہ کیا اس دوران ایرانی فوج کی حمایت کرنے والوں کو بھی گرفتار کر کے ان کے اہل و عیال سمیت قید میں ڈال دیا۔ بہت سال مال غنیمت اکٹھا کیا گیا۔ اس صوبہ کی عام رعایا کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ بلکہ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا ان کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائے بغیر جزیہ کی ادائیگی پر آمادہ کر لیا اور ان پر اسلامی عامل مقرر فرمائے اس کے ساتھ ہی مال غنیمت کا پانچواں حصہ فتح کی خوشخبری کے ساتھ حضرت سعید بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر کے مدینہ طیبہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا۔

جنگِ دلجہ

جنگ مذار میں اگرچہ ایرانیوں کو زبردست ہزیمت اُٹھانا پڑی تھی ان کے بڑے بڑے سردار میدانِ جنگ میں مارے گئے تھے۔ بہت زیادہ جانی نقصان ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود مسلمان ان کی طرف سے غافل نہ تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی خفیہ سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھی ہوئی تھی۔ ایرانیوں نے حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے عراق میں رہنے والے عیسائیوں کے ایک بہت بڑے قبیلہ بکر بن وائل کے سرکردہ لوگوں کو دربار ایران میں بلایا اور ان کو مسلمانوں کے ساتھ لڑنے پر آمادہ کر کے ایک لشکر عراقی عیسائیوں کا ترتیب دیا اس لشکر کی قیادت ایک مشہور شہسوار کے ہاتھ میں دی یہ لشکر دلجہ کی طرف روانہ ہو گیا اس کے ساتھ ہی ایرانیوں نے اس خیال سے کہ کہیں عرب کے عیسائی مسلمانوں پر قابو نہ پالیں اور ان کو فتح حاصل نہ ہو جائے اور کامیابی کا سہرا صرف ان عیسائی عربوں کے سر نہ بندھ جائے ایرانیوں کا ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے بہمن جادویہ کی قیادت میں ان کے پیچھے روانہ کر دیا۔ عرب عیسائیوں نے دلجہ کی طرف جاتے ہوئے حیرہ اور دلجہ کے درمیان علاقوں میں رہائش پذیر دیگر عرب قبائل اور کسانوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا اس طرح ان کی جمعیت میں کافی اضافہ ہو گیا تھا اور ان کے پیچھے بہمن جادویہ ایک لشکر جرار کے ساتھ چلا آ رہا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جاسوسوں کے ذریعہ مسلسل دشمنوں کی سرگرمیوں کی خبریں مل رہی تھیں۔ اس لئے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی دربار ایران سے بھیجی گئی فوجوں کے مقابلہ کرنے کی غرض سے مذار سے پیش قدمی کی اور دلجہ کی طرف اسلامی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے روانہ ہوئے دلجہ میں دشمن کی فوجیں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دلجہ میں پہنچ کر ایرانی فوجوں پر زبردست حملہ کر دیا ایک خونریز جنگ ہوئی لشکر ایران کو شکست ہوئی مسلمانوں کا پلّہ بھاری رہا۔ لشکر ایران کا سردار پیاس کی شدت کے باعث میدانِ جنگ میں مر گیا اور اس کے لشکریوں نے میدانِ جنگ سے فرار کی راہ اختیار کی اس طرح میدانِ جنگ مسلمانوں کے ساتھ رہا۔

جنگ لیس

دربار ایران سے بھیجی جانے والی فوج کو مذار میں شکست ہوئی اور انہوں نے راہِ فرار اختیار کی تو اس دوران بہمن جادویہ مقام لیس میں پہنچ چکا تھا اور وہاں پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ بھاگے ہوئے لشکری اس سے آن ملے قبیلہ بکر بن وائل کے لوگوں کو اپنے ہم وطن عرب مسلمانوں کے ہاتھوں شکست سے بہت زچ پہنچی تھی اور انہوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کیلئے جنگی تیاریاں شروع کر دیں اس مقصد کیلئے انہوں نے بنو عجلان کے ایک شخص عبد الاسود عجلی کو اپنا سردار بنایا اور ایک فوج ترتیب دے کر مقام لیس پر اکٹھے ہوگئے اور بہمن جادویہ کو اپنے ساتھ ملانے کیلئے درخواست کی۔ بہمن جادویہ نے اپنی فوج کی کمان ایک دلیر سردار جابان کے سپرد کی اور اسے حکم دیا کہ اس کی واپسی تک جنگ شروع نہ کی جائے بہمن جادویہ ایرانیوں اور عرب عیسائیوں کے اس لشکر عظیم کو مقام لیس میں چھوڑ کر دربار ایران کی طرف روانہ ہوگیا تا کہ بذاتِ خود اس معاملہ پر شہنشاہِ ایران سے بات چیت کر کے جنگی حکمتِ عملی تیار کرے۔

بہمن جادویہ جب دربار ایران میں پہنچا تو اسے پتا چلا کہ شہنشاہ بیمار ہے اس صورت حال کو دیکھ کر بہمن شہنشاہ سے اپنی منشاء کے مطابق بات چیت نہ کر سکا اور وہاں پر ہی رُک گیا لیکن اس نے جابان کو بھی مزید کوئی حکم نہ بھیجا۔ چونکہ جابان اور بہمن کے مابین کوئی رابطہ نہ رہا تھا اور پھر کافی دن بھی ہوگئے تھے اس لئے جابان اپنی مرضی سے جنگ کی حکمتِ عملی ترتیب دینے لگا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس بات کی خبر ملی کہ مقام لیس میں ایک لشکر جرار موجود ہے جو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے تو انہوں نے خود ہی مقام لیس کی طرف کوچ کر دیا لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کی اطلاع نہ تھی کہ عرب عیسائیوں کی مدد کیلئے جابان کی زیر قیادت ایک لشکر عظیم بھی میدانِ جنگ میں موجود ہے، اس خبر کو سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکمتِ عملی اختیار کی کہ مقام لیس میں پہنچ کر عیسائیوں کو تیاری کرنے کا موقع ہی نہ دیا اور وہاں پہنچتے ہی ان پر حملہ آور ہوگئے اپنی فوج کی صفوں کو ترتیب دے کر تنہا میدان میں آگے بڑھ کر جنگ کا آغاز کرتے ہوئے دعوت مبارزت دی ادھر سے مالک بن قیس مقابلہ کیلئے نکلا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا اور اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا اس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی عیسائی مسلمانوں کے زبردست حملے کی تاب نہ لا سکے

اپنے سپہ سالار کے مارے جانے سے ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے اس صورت حال کو دیکھ کر جابان ایرانی لشکر کے ایک دستہ کے ساتھ عیسائیوں کی ہمت بندھانے کی غرض سے پُر جوش باتیں کرتا ہوا آگے بڑھا اور عیسائیوں کو مسلمانوں کے مقابلے ثابت قدم رہ کر لڑنے کی تلقین کرتے ہوئے اس بات کی اُمید دلائی کہ ان کی مدد کیلئے بہمن جادویہ ایک عظیم لشکر لیکر چل پڑا ہے اور ابھی پہنچنے ہی والا ہے عیسائی اس مدد کی اُمید میں جم کر مسلمانوں سے لڑنے لگے اُن کا خیال تھا کہ بہمن جادویہ اپنے لشکر کے ساتھ ان کی مدد کو پہنچنے ہی والا ہے جس سے جنگ کا پانسہ اپنے حق میں پلٹ دیں گے۔ جابان کو چونکہ بہمن جادویہ نے اس کے آنے تک جنگ نہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس لئے جابان موجودہ صورتحال میں کشمکش و پیچ میں مبتلا ہو گیا کہ وہ کیا کرے کیونکہ بہمن کے آنے تک عرب عیسائیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ نہ کر سکتا تھا۔

مسلمانوں نے عیسائیوں پر اپنا دباؤ مزید بڑھا دیا میدانِ جنگ میں ہر طرف دشمنوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ مسلمانوں کو اس قدر دلیری اور بے جگری سے لڑتے دیکھ کر دشمن کے باقی بچ جانے والے لشکر کی ہمت جواب دے گئی اور وہ میدانِ جنگ سے فرار ہونا شروع ہو گئے۔ ستر ہزار دشمن میدانِ جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے بہت سے گرفتار ہوئے کثیر تعداد میں مالِ غنیمت ہاتھ آیا اس طرح یہ جنگ بھی مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں جیت لی۔ جنگ سے فراغت کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اور گرفتار قیدیوں کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

حیرہ کی فتح

لیس میں عیسائیوں اور ایرانیوں کو جو عبرتناک شکست ہوئی اس کی خبر دربار ایران میں شہنشاہ اردشیر کو بھی مل گئی شہنشاہ جو کہ پہلے ہی بیمار تھا اس صدمہ کی تاب نہ لا سکا اور اس کی حرکتِ قلب بند ہوگئی اس کی موت ایرانیوں کیلئے ایک زبردست دھچکا تھی۔ دوسری طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ لیس سے فارغ ہونے کے بعد اگلے مرحلے کی جنگی حکمتِ عملی ترتیب دی اور حیرہ کا محاصرہ کرلیا۔ مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر اہل حیرہ اپنے قلعوں میں گھس کر قلعہ بند ہوگئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب قلعوں کو چاروں طرف سے محصور کرلیا اور کئی ایک شب و روز تک ان قلعوں کو اپنے محاصرے میں رکھا اور لڑائی اس لئے نہ چھیڑی کہ شاید یہ لوگ راہِ راست پر آجائیں مگر جب ان کی طرف سے کسی قسم کی کوئی تحریک نہ دیکھی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حملہ کرکے شہر کی آبادی اور اس کے اندرونی علاقوں وغیرہ پر قبضہ کرلیا۔

محاصرے کی طوالت سے تنگ آکر حیرہ رئیس عمرو بن عبدالمسیح معہ دوسرے روساء کے قلعہ سے نکل کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن عبدالمسیح سے بات چیت کی۔ عمرو کے ایک ساتھی کے پاس سے زہر کی ایک پڑیا نکلی۔ اس کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ اسے کیوں ساتھ لائے ہو؟ اس نے کہا، اس خیال سے کہ اگر تم نے میری قوم کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تو میں اسے کھا کر مر جاؤں گا اور اپنی قوم کی ذلت و تباہی نہ دیکھوں گا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ہاتھ سے زہر کی پڑیا پکڑی اور اس میں سے زہر نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور فرمایا، اگر موت کا وقت نہ آیا ہو تو زہر بھی اپنا اثر نہیں کرسکتا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کلمات ادا کئے:۔

بسم اللہ خیر الاسماء رب الارض والسماء الذی لا یضر مع اسمہ داء لرحمٰن الرحیم

ان کلمات کو ادا کرتے ہی وہ زہر پھانک لیا۔ اُس بوڑھے کافر نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اعتقاد اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کا مظاہرہ دیکھا تو دنگ رہ گیا وہاں پر موجود اس کے ساتھی عیسائی بھی حیران رہ گئے اور عمرو بن عبدالمسیح بے اختیار کہہ اُٹھا:۔

"جب تک تمہاری شان کا ایک بھی شخص تم میں موجود ہے تم اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہ سکتے۔"

حیرہ میں موجود ایرانی سردار اور ایرانی لشکر اپنے شہنشاہ اردشیر کی موت کی خبر سن کر پہلے ہی فرار ہوچکا تھا۔ عمرو بن عبدالمسیح نے دو لاکھ دِرہم جزیہ قبول کرکے صلح کرلی۔ ایک قول کے مطابق ایک لاکھ نوے ہزار دِرہم سالانہ جزیہ پر صلح ہوئی تھی اس جزیے کے علاوہ سردارانِ حیرہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کچھ تحائف بھی پیش کئے جو انہوں نے مال غنیمت کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ اقدس میں ارسال کردیئے۔ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب یہ تحائف پہنچے تو آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیجا کہ اگر یہ تحائف جزیے میں شامل ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ انہیں جزیے کی رقم میں شامل کر کے باقی رقم حیرہ والوں کو واپس کر دی جائے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیرہ کی فتح سے بہت خوش تھے چنانچہ شکرانہ کے طور پر آٹھ رکعت نفل نماز پڑھی اور پھر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"جنگ موتہ کے روز میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹی تھیں مگر جس قدر سخت مقابلہ اہل فارس نے میرے ساتھ کیا اس سے پہلے کسی نے نہ کیا اور اہل فارس میں سے لیس والوں نے جس جوانمردی سے میرا مقابلہ کیا اس کی مثال اس سے پہلے میں نے نہیں دیکھی۔"

آئندہ کی حکمتِ عملی

حیرہ کو فتح کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آئندہ کی حکمتِ عملی ترتیب دیتے ہوئے حضرت ضرار بن خطاب، حضرت عینیہ بن الشماس، حضرت ضرار بن الازرد، حضرت قعقاع بن عمرو اور حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چھوٹے چھوٹے فوجی دستوں کو ان کی کمان میں دے کر حیرہ کے اطراف و جوانب میں بھیجا چنانچہ اس حکمتِ عملی کی بدولت ہر ایک قبیلہ اور ہر ایک بستی نے جزیہ یا اسلام قبول کیا۔ اسطرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دجلہ تک کا تمام علاقہ فتح کر لیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک برس تک حیرہ میں رہ کر اردگرد کی مہمات کا اہتمام و نگرانی کرتے رہے۔

چونکہ خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ حکم تھا کہ جب تک عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دومۃ الجندل کو فتح کرنے کے بعد ان سے آکر نہ مل جائیں اس وقت تک حیرہ کو نہ چھوڑا جائے اور نہ ہی یہاں سے کسی اور طرف جایا جائے۔

ایرانی رؤساء و امراء کے نام خط

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان حالات میں مزید زیادہ دیر تک حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتظار کرنا مناسب خیال نہ کیا کیونکہ زیادہ عرصہ تک حیرہ میں قیام کرنے سے دشمنوں کو تیاری کرنے کا موقع ملتا تھا۔ جبکہ حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعالیٰ عنہ ابھی تک دومۃ الجندل کو فتح کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے تھے۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیرہ میں رہ کر ہی ایک خط ایرانی رؤساء کے نام بھیجا یہ خط حیرہ ہی کے ایک باشندے کے ہاتھ روانہ کیا اس خط کا مضمون یہ تھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ خط خالد بن ولید کی طرف سے رؤساء فارس کے نام ہے سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کی ہیں کہ جس نے تمہارے نظام کو اُلٹا کر رکھ دیا اور تمہارے مکر کو ناکام کر دیا اور تمہارے اتحاد کو توڑ دیا۔ اگر ہم اس ملک پر حملہ آور نہ ہوتے تو اس میں تمہارا ہی نقصان تھا اب تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ تم ہماری فرمانبرداری کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو ہم تمہارے علاقے چھوڑ دیں گے اور دوسری طرف چلے جائینگے اگر تم نے ہماری اطاعت قبول نہ کی تو پھر تم کو ایسے لوگوں سے واسطہ پڑے گا جو موت کو اس سے زیادہ پسند کرتے ہیں، جتنا تم زندگی کو پسند کرتے ہو۔"

رؤساء فارس کے نام خط بھیجنے کے ساتھ ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خط عراق کے اُن امراء کے نام بھیجا جو زمیندار اور جاگیردار تھے اور انہوں نے ابھی تک مسلمانوں کی اطاعت قبول نہ کی تھی۔ اس خط کو انبار کے ایک باشندے کے ہاتھ بھیجا گیا جس کا مضمون یہ تھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ خط خالد بن ولید کی طرف سے ایرانی اُمراء کے نام ہے سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں کہ جس نے تمہارے اتحاد کو توڑ دیا اور تمہاری شان و شوکت مٹادی تم لوگ اسلام قبول کرلو تمہاری سلامتی اس میں ہے یا پھر ہماری حفاظت میں آکر ذمی بن جاؤ اور جزیہ ادا کرو، ورنہ یاد رکھو کہ میں نے ایسی قوم کے ساتھ تم پر چڑھائی کی ہے جو موت کی اتنی ہی دلدادہ ہے جتنے تم لوگ شراب نوشی کے۔"

ایرانی رؤساء و اُمراء کو جب یہ خطوط ملے تو وہ سب آپس میں مل بیٹھے اور اس مسئلہ پر سوچ بچار شروع کی کہ مسلمانوں سے کس طرح مقابلہ کیا جائے کیونکہ اس قدر آسانی سے وہ اپنی ہار ماننے کیلئے تیار نہ تھے۔

انبار کی فتح

مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی غرض سے ایرانیوں نے فوری طور پر ایک لشکر جرار تیار کیا اور حیرہ کے نزدیک انبار میں اس لشکر کا پڑاؤ ہوا۔ اس لشکر کی قیادت والی سباط شیر زاد کر رہا تھا۔ شیر زاد نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلئے بڑی زبردست تیاری کی اُس نے شہر کی فصیل کے باہر مورچہ بھی تیار کروایا۔ اور اس میں اس نے دلیر قسم کے ماہر تیر اندازوں کو بٹھادیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایرانیوں کے اس لشکر کے جمع ہونے کی خبر ملی تو اب ان کیلئے حیرہ میں بیکار بیٹھے رہنا مناسب نہ تھا ایرانیوں کی سرکوبی کرنا نہایت ضروری تھا۔ چنانچہ اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا حضرت قعقاع بن عمرو اور حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خاص ڈیوٹیاں متعین فرمائیں۔ حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حیرہ کی حفاظت پر تعینات کیا اور حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدمۃ الجیش پر متعین کر کے انبار کی طرف روانگی اختیار کی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انبار پہنچ کر انبار کا محاصرہ کر لیا تو محصورین نے مورچے کے پیچھے سے یکدم مسلمانوں پر تیروں کی بارش کردی۔ ایرانیوں کے تیروں سے اسلامی لشکر کے ایک ہزار مجاہدین کی آنکھیں زخمی و ضائع ہوگئیں۔ اس صورت حال میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ماہر سپہ سالار کی طرف فوراً جنگی حکمت کا استعمال کرتے ہوئے اپنے لشکر کے بہت زیادہ بیمار اور ناکارہ قسم کے اونٹوں کو ذبح کردیا اور ان کو خندق میں ڈال دیا۔ اس طرح خندق کے تنگ حصہ کو ذبح شدہ اونٹوں سے بھر کر خندق عبور کرنے کا راستہ بنالیا۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی فوج کے ایک دستہ کے ساتھ خندق کو پار کر کے آگے بڑھے اور سب سے پہلے اس مورچہ پر قبضہ کیا جس کی وجہ سے اسلامی لشکر کو نقصان پہنچا تھا۔ پھر شہر کی فصیل تک پہنچے اور شہر کا دروازہ ایک زبردست مقابلے کے بعد کھول دیا اسلامی فوج کا دستہ فصیل پھاند کر دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ ایرانیوں نے جم کر مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن مسلمانوں کے مقابلے میں اُن کو معمولی سی بھی کامیابی نہ ہوئی۔ ہزاروں کی تعداد میں ایرانی مارے گئے۔

اسلامی فوج انبار میں داخل ہوگئی۔ شیر زاد نے اپنی ناکامی کو سامنے دیکھا اور سمجھ گیا کہ اب مسلمان شہر پر قبضہ کرلیں گے تو اس نے فوری طور پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صلح کا پیغام بھیجا اور یہ پیشکش کی کہ اگر میری جان بخشی کردی جائے تو میں سواروں کے ایک دستہ کو ساتھ لے کر شہر سے نکل جاؤں گا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے پیغام کے جواب میں کہلا بھجوایا کہ اگر شیر زاد اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ صرف تین دن کا سامان رسد لے کر شہر سے جانا چاہے تو اس کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ شیر زاد نے اس بات کو غنیمت جانا اور اس نے فوراً شہر چھوڑ دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انبار کو فتح کرلیا اور ایک فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوئے۔ انبار کے گرد و نواح کے علاقوں کے رہنے والوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصالحت کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصالحت کرلی۔

فتح عین التمر

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی انبار میں ہی تھے کہ ان کو اطلاع ملی کہ ایرانیوں نے اسلامی لشکر کا بھرپور طریقے سے مقابلہ کرنے کیلئے زبردست تیاری کی ہے اور اس مقصد کیلئے انہوں نے عین التمر میں ایک بہت بڑی فوج جمع کر رکھی ہے اس ایرانی فوج کی قیادت مہران بن بہرام کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ اسلامی فوج کا مقابلہ کرنے کیلئے بہت سے عرب قبائل کے جنگجو بھی عقبہ بن ابی عقبہ کی کمان میں مہران کے ساتھ خیمہ زن تھے۔ ان عرب قبائل میں بنو تغلب، ایاد اور نمر وغیرہ کے لوگ تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایرانیوں کی جنگی تیاری پر ضرب لگانے کی غرض سے ان کو کوئی بھی موقع دینا مناسب نہ سمجھا اور زبرقان بن بدر کو انبار شہر پر اپنا نائب مقرر کر کے عین التمر کی طرف روانہ ہو گئے تین دن میں التمر پہنچ گئے۔ ایرانی فوج کے سپہ سالار مہران بن بہرام کو معلوم ہو گیا کہ اسلامی فوج عین التمر کے قریب پہنچ گئی ہے تو اس وقت عقبہ بن ابی عقبہ کو بھی یہ خبر دی گئی کہ اسلامی فوج آن پہنچی ہے چنانچہ عقبہ نے مہران بن بہرام سے کہا کہ عربوں کی لڑائی کو عرب ہی خوب اچھی طرح جانتے ہیں اس لئے پہلے ہمیں ان مسلمانوں کا مقابلہ کرنے دیا جائے۔ مہران نے عقبہ کی اس بات کو خوشی سے مان لیا۔ اس کے بعد جب اسلامی فوج میدانِ جنگ میں پہنچ گئی تو عقبہ سب سے پہلے میدان میں نکلا اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر آیا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت پھرتی کے ساتھ عقبہ پر کمند پھینکی اور اسے زندہ گرفتار کر لیا۔ عقبہ کے لشکریوں نے جب اتنی آسانی سے اپنے سردار کو گرفتار ہوتے ہوئے دیکھا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے راہِ فرار اختیار کی مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر لیا۔

مہران بن بہرام عین التمر کے قلعہ میں ایرانی فوج کے ساتھ اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ ابھی تھوڑی ہی دیر میں عرب کے بدو اسلامی فوج کو شکست سے دوچار کر دیں گے مگر جب اس نے اپنی سوچ کے برعکس منظر دیکھا تو اس پر مسلمانوں کی ہیبت طاری ہو گئی وہ بغیر مقابلہ کئے قلعہ چھوڑ کر اپنی فوج کے ہمراہ بھاگ کھڑا ہوا۔ قلعہ خالی دیکھ کر عقبہ کی شکست خوردہ فوج میدانِ جنگ سے فرار ہو کر اس قلعہ میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا، چار دن تک محاصرہ جاری رہا۔ قلعے والوں نے جب دیکھا کہ وہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلے کی سکت نہیں رکھتے تو آخر مجبور ہو گئے اور یہ شرط پیش کی کہ اگر ان کی جان بخشی کر دی جائے تو وہ قلعے کا دروازہ کھول دیں گے مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی کسی بھی شرط کو ماننے سے انکار کر دیا اور غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے جب کوئی چارہ نہ دیکھا تو قلعے کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے مسلمانوں نے ان کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا اس کے بعد عقبہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا اور سب لوگوں کے سامنے اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا اس سے گرفتار شدگان کے دِلوں پر مسلمانوں کی ہیبت طاری ہو گئی اور وہ مزید پست حوصلہ ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مالِ غنیمت کے ساتھ فتح کی خوشخبری دے کر حضرت ولید بن عقبہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا۔

فتح دومۃ الجندل

جیسا کہ اس سے قبل تحریر کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دومۃ الجندل کو فتح کرنے کی غرض سے حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان میں ایک اسلامی لشکر کو دومۃ الجندل کی طرف جانے کا حکم دیا تھا اور حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہو گئے تھے اور بالائی عراق پر حملہ کرتے ہوئے وہاں پر پہنچ گئے تھے عرب کے مشرک قبائل اور نصرانی قبائل کو زیر کرتے ہوئے دومۃ الجندل میں کوشش کے باوجود کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکے تھے۔ دومۃ الجندل میں دو رئیس تھے ایک اکیدر بن عبد الملک اور دوسرا جودی بن ربیعہ یہ دونوں رئیس متحد ہو کر دومۃ الجندل کا دفاع کر رہے تھے۔ ایک سال کا عرصہ ہو چکا تھا اور حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطلوبہ نتائج حاصل نہ کر سکے تھے۔ اس دوران دومۃ الجندل والوں نے اپنے دفاع کو بہت زیادہ مضبوط کر لیا تھا اور انہوں نے اردگرد کے تمام نصرانی قبائل کو اپنے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں شریک و متحد کر لیا تھا وہ قبائل جو عراق میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کر چکے تھے انہوں نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کیلئے اس بات کو آسان سمجھا کہ دومۃ الجندل میں جمع ہونے والی فوج کے ساتھ شامل ہو کر اپنے انتقام کی آگ بجھائیں۔ اس مقصد کیلئے وہ قبائل اپنی پوری تیاری کے ساتھ دومۃ الجندل میں اِکٹھے ہو گئے اصل میں وہ اپنی شکستوں کا بدلہ حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لینے کے خواہاں تھے۔ یہ صورتحال حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے خاصی تشویشناک تھی چنانچہ انہوں نے اپنی مدد کیلئے ایک خط عین التمر میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک عین التمر کی فتح سے فارغ ہو چکے تھے چنانچہ اس خط کے ملتے ہی انہوں نے فوراً اپنی فوج کو تیاری کرنے کا حکم دے دیا اور عین التمر میں حضرت عویم بن کامل اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نائب بنا کر دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہو گئے، دومۃ الجندل اور عین التمر کے مابین پانچ سو کلومیٹر کا فاصلہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس یوم سے بھی تھوڑے وقت میں طے کر لیا اور بڑی تیزی کے ساتھ دومۃ الجندل کے نزدیک پہنچ گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کی خبر سن کر اکیدر بن عبد الملک کے اوسان خطا ہو گئے کیونکہ وہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جرأت، دلیری، بہادری اور جنگی حکمتِ عملی سے بخوبی آگاہ تھا وہ اس بات کو اچھی طرح جانتا تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان میں لڑنے والی فوج کو شکست دینا آسان کام نہیں ہے چنانچہ اس نے خوفزدہ ہو کر جودی بن ربیعہ اور دوسرے نصرانی سرداروں سے کہا کہ ہمیں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے بجائے ان سے صلح کر لینی چاہئے۔ انتقام کے جوش نے ان سرداروں کی عقل پر پردے ڈال دیئے تھے۔ اس رائے کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس پر اکیدر نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور ان سے الگ ہو کر نکل کھڑا ہوا۔ اس مقام پر مورخین نے مختلف روایات بیان کی ہیں ایک روایت یہ ہے کہ اکیدر وہاں سے نکل کر سیدھا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اُن کے خیمہ میں پہنچا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا سر قلم کرنے کا حکم دے دیا۔ بعض دیگر روایات میں آتا ہے کہ اس کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور مدینہ طیبہ میں بھیج دیا گیا وہاں پر وہ قید میں رہا پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو اس کو رِہا کر دیا وہ مدینہ طیبہ سے عراق کی طرف چلا گیا اور عین التمر کے نزدیک ایک جگہ دومہ میں رہائش اختیار کر لی وہ اپنی آخری عمر تک وہیں مقیم رہا۔ بعض مزید روایات میں آتا ہے کہ جب مسلمانوں کو اکیدر کی اپنے حلفیوں سے جدا ہو کر جانے کی خبر ملی تو اسلامی فوج کے ایک چھوٹے سے دستہ نے تعاقب کر کے اس کو گرفتار کرنا چاہا لیکن اس نے مزاحمت کی اور مزاحمت کے دوران مارا گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دومۃ الجندل پہنچے تو اس وقت صورتحال خاصی اُلجھی ہوئی تھی کیونکہ حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دومۃ الجندل کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ لیکن دومۃ الجندل والوں نے بھی حضرت عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا راستہ مسدود کیا ہوا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالات کا جائزہ لے کر یہ معلوم کیا کہ حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس طرف سے دومۃ الجندل پر حملہ آور ہیں۔ چنانچہ معلوم ہونے پر ان کے مقابل دوسری طرف سے حملہ کا آغاز کیا۔ عیسائی فوج کا سپہ سالارِ اعظم اب جودی بن ربیعہ تھا اس نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ کو حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے کیلئے بھیجا اور دوسرے حصہ کی کمان خود کرتا ہوا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر آیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صف سے آگے نکل کر جودی بن ربیعہ کو للکارا اور اپنے مقابلہ پر طلب کیا جودی اپنے لشکر سے نکل کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر آیا اس کے ساتھ ودیعہ بھی آیا جو ایک بہادر سردار تھا۔ ودیعہ کے مقابلے کیلئے حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جودی بن ربیعہ کو بے بس کر کے گرفتار کر لیا اور حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ودیعہ کو گرفتار کر لیا۔ یہ دیکھ کر دوسرے نصرانیوں نے واپس قلعہ کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہ سب اپنی جان بچانے کیلئے قلعہ میں پناہ گزیں ہونا چاہتے تھے۔ اتفاق سے اسی وقت حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی

اپنے مد مقابل نصرانیوں کو شکست دے کر راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ دونوں طرف کے شکست خوردہ لشکر قلعے میں پناہ حاصل کرنے کی غرض سے قلعہ کی طرف بھاگے۔ جس قدر لوگ قلعہ میں داخل ہو چکے داخل ہو گئے، جب مزید کی گنجائش نہ رہی تو اندر والوں نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا اور جو باقی باہر رہ گئے وہ مسلمانوں کے رحم و کرم پر تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرار ہونے والوں کا تعاقب کیا اور ان کو تہ تیغ کیا پھر جودی بن ربیعہ اور دیگر گرفتار شدگان کو بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا اس کے بعد قلعہ پر دھاوا بول کر قلعہ کا دروازہ اُکھاڑ دیا گیا جو بھی مقابلے پر آیا اسے قتل کر دیا گیا جس نے امان طلب کی اسے امان دے دی گئی۔ اس طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دومۃ الجندل فتح کر کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منشاء کو پورا کر دیا۔

جنگ حصید

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حیرہ کو چھوڑ کر دومۃ الجندل کی فتح کیلئے گئے تو اہلِ فارس کو موقع مل گیا اور انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے حیرہ کو مسلمانوں کے قبضہ سے چھڑانے کی غرض سے لائحہ عمل مرتب کیا علاوہ ازیں حیرہ کے عرب قبائل نے بھی ہمت کی کہ وہ بھی اپنے سردار عقبہ بن عقبہ کے قتل کا بدلہ لینے کیلئے کچھ کریں۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حیرہ سے جاتے ہی مسلمانوں کے خلاف زبردست جنگی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ دربار ایران سے دو مشہور سردار زرمہر اور روزبہ ایک بہت بڑے لشکر کو لے کر حیرہ کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے کہ حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بارے میں خبر ہوئی۔ حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زیر کمان اسلامی فوج کے دو حصے کئے ایک حصہ کی قیادت ابو لیلیٰ کے سپرد کی جبکہ دوسرے حصہ کی کمان اپنے ہاتھ رکھی۔ اسلامی لشکر حیرہ سے نکلے، مقامِ حصید میں عربوں اور ایرانیوں کی فوجوں کا اجماع ہو رہا تھا۔ اسلامی لشکر نے ان پر بھرپور حملہ کر دیا اور ان کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ خونریز جنگ کے بعد دونوں ایرانی سردار اور ہزاروں فوجی مسلمانوں کے ہاتھوں میدانِ جنگ میں مارے گئے۔ میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنے والوں نے مقام خنافس میں جا کر پناہ لی جہاں پر ایرانیوں کا ایک لشکر مشہور سپہ سالار بہوزان کی کمان میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ حضرت ابو لیلیٰ نے ہزیمت خوردہ لشکر کا تعاقب کیا اور خنافس تک پہنچے، اسلامی لشکر کی آمد سن کر ایرانی فوج کا سپہ سالار بہوزان اپنی فوج کو ساتھ لیکر وہاں سے بھاگا اور مضیخ کی جانب چلا گیا۔

جنگ مضیخ

مضیخ کا حاکم ہذیل بن عمران تھا جو دیگر عرب سرداروں کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے کیلئے تیار بیٹھا ہوا تھا اس مقام پر ربیعہ بن بجیر تغلبی بھی اپنے قبیلہ کے جنگجوؤں کے ساتھ موجود تھا اس دوران حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دومۃ الجندل کو فتح کرنے کے بعد واپس حیرہ میں پہنچ چکے تھے۔ تمام صورتحال اُن کے سامنے تھی۔ چنانچہ انہوں نے دشمنوں کو سبق سکھانے کیلئے جنگی حکمتِ عملی کے تحت فوراً حضرت قعقاع اور ابو لیلیٰ کو مقام مضیخ کی طرف روانہ کرتے ہوئے ہدایت کی کہ تمام اسلامی لشکر ایک ہی وقت میں مقررہ جگہ پر پہنچیں۔ دونوں سپہ سالاروں کو دو مختلف راستوں سے جانے کا حکم دیا اس کے بعد خود بھی ایک لشکر کے ساتھ تیسری سمت سے مقررہ مقام کی طرف روانہ ہوئے چنانچہ مقرر کئے ہوئے وقت پر تینوں اسلامی لشکر تین اطراف سے نکل کر یکدم ہذیل اور اس کی حلیف فوجوں پر حملہ آور ہو گئے دشمن کی فوج بے خبری میں تھی اس اچانک حملے سے ان میں کھلبلی مچ گئی ان کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا مسلمانوں نے دشمنوں کا قتلِ عام کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر ہذیل بن عمران اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کر گیا۔ جو سردار پیچھے رہ گئے تھے وہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے، علاوہ ازیں لاتعداد لوگ تہ تیغ ہوئے اس جنگ کے دوران دو ایسے مسلمان بھی لشکر کے ہاتھوں مارے گئے جو مضیخ میں مقیم تھے اور مجبوری کی حالت میں دشمنوں کے ساتھ تھے یہ دونوں مسلمان عبدالعزیز ابی رہم اور لبید بن جریر تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام حالات سے باخبر رہا کرتے تھے۔ اس لئے جب آپ کو ان دونوں مسلمانوں کے مارے جانے کی اطلاع ملی تو دونوں کا خون بہا ادا کیا اور ان کی اولاد کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔

جنگ فراض

مضیح میں دشمنوں کو شکست فاش سے دوچار کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنے والے سرداروں ہذیل بن عمران اور ربیعہ تغلبی کی گوشمالی کیلئے حکمتِ عملی طے کی، ہذیل بن عمران فرار ہو کر مقام یسیر میں عتاب بن اسید کے پاس چلا گیا تھا۔ عتاب نے مقام یسیر میں مسلمانوں کے مقابلے کیلئے ایک لشکر عظیم جمع کر رکھا تھا۔ ربیعہ بن بجیر تغلبی بھی فرار ہو کر ایک لشکر ترتیب دینے کی کوشش میں تھا تا کہ اہلِ فارس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ ان کی سرگرمیوں کی خبریں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلسل مل رہی تھیں۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ربیعہ کے تعاقب میں حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو لیلیٰ کو بھیجا اور خود ایک لشکر لے کر ہذیل کے تعاقب میں روانہ ہو گئے مسلمانوں کی تلواروں سے بچ نہ سکے اور موت کے گھاٹ اتر گئے ابھی اسلامی لشکر مقام یسیر میں ہی تھا کہ یہ اطلاع ملی کہ بلال بن عقبہ نے مقام رضافہ میں مسلمانوں کے مقابلے کیلئے ایک لشکر عظیم جمع کر رکھا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی بھی لمحہ ضائع کئے بغیر رضافہ کی طرف روانگی اختیار فرمائی۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قدر تیز رفتاری سے رضافہ کی طرف بڑھنے کی خبر سن کر دشمن کے اوسان خطا ہو گئے انہوں نے وہاں سے راہِ فرار اختیار کی اور دومۃ الجندل کی سرحد اور فارس و شام و عرب کی متصل سرحد پر واقع مقام رضاب اور فراض میں جمع ہو گئے۔ اس جگہ پر پہلے ہی بنو تغلب بنو آیاد اور بنو تمر کے جنگجو اکٹھے ہو کر مسلمانوں کے مقابلے کیلئے مشترکہ طور پر حکمتِ عملی طے کر رہے تھے علاوہ ازیں ان کی مدد کیلئے رومیوں کی فوج بھی قریب ہی پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی۔

فراض دریائے فرات کے کنارے واقع تھا، دریائے فرات کے دوسری طرف رومیوں کی فوج نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی فوج کی کمان کرتے ہوئے فراض کے قریب پہنچ گئے۔ اب دریا کے ایک کنارے کی طرف اسلامی فوج نے ڈیرے ڈال رکھے تھے اور دوسری طرف رومیوں، ایرانیوں اور عرب قبائل کی فوجیں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں۔ رومی فوج کا ایک لشکر مسلمانوں کے مقابلے کیلئے آگے بڑھا، دریائے فرات پر پہنچ کر رومیوں نے مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ دریائے فرات کو عبور کر کے تم اس طرف آ جاؤ گے یا ہم عبور کر کے آئیں؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب بھیجا کہ تم لوگ ہی دریا عبور کر کے اس طرف آ جاؤ۔

مسلمانوں کی طرف سے اس جواب کو سن کر رومی فوج نے دریا عبور کر کے اسلامی لشکر کے مقابل آنا شروع کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دشمنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے بالکل تیار تھے۔ حالانکہ اس وقت اسلامی لشکر سفر کی تھکان اور مسلسل جنگوں کی وجہ سے تھکاوٹ کا شکار تھا جبکہ مقابلے میں رومی فوج تازہ دم حالت میں تھی اور ان کی تعداد بھی تقریباً دس گنا زیادہ تھی لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے ہمت نہیں ہاری اور دشمن پر حملہ کر کے ان کے چھکے چھڑا دیئے۔ سارا دن خونریز لڑائی ہوتی رہی اور آخر کار میدانِ جنگ مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ تقریباً ایک لاکھ دشمنوں کی لاشیں میدانِ جنگ میں بکھری پڑی تھیں جو باقی بچے وہ فرار ہو گئے۔ مسلمانوں نے فراض بھی فتح کر لیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس یوم تک فراض میں قیام فرمایا اور ۲۵ ذیقعد ۱۲ھ کو شجرہ بن الاغر کے ہمراہ لشکر اسلام کو واپس حیرہ کی طرف روانگی کا حکم دیا اور خود خفیہ طور پر حج کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے گئے خفیہ طور پر حج کیلئے جانے کا مقصد یہ تھا کہ کہیں اس بات کی خبر دشمن کو نہ ہو جائے اور وہ ان کی غیر حاضری سے کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں۔ اس لئے ان کے حج کی خبر صرف چند خاص ساتھیوں کو ہی تھی۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیرہ واپس آ گئے اسی سال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حج کی سعادت حاصل کی، حج کی سعادت حاصل کرنے کیلئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جگہ مدینہ طیبہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل بنایا۔ حج کی ادائیگی کے بعد واپس مدینہ منورہ آئے تو کسی نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حج کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتا دیا۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خفگی کا اظہار فرمایا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آئندہ کیلئے محتاط رہنے کا حکم دیا کیونکہ عراق سے ان حالات میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیر حاضری کی وجہ سے مسلمانوں کیلئے مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں اور دشمنوں کو یہ موقع مل سکتا تھا کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں۔

خلیفۃ الرسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین خط و کتابت کا سلسلہ قائم تھا اور یہی وجہ تھی کہ ہر معاملے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ان کو رہنمائی اور ہدایات ملتی رہتی تھیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ ربیع الاوّل ۱۳ھ تک حیرہ میں رہے۔ حج سے واپسی کے بعد حیرہ میں ہی قیام فرمایا اور حیرہ کے گرد و نواح میں جو چند علاقے فتح ہونے سے رہ گئے تھے ان کو فتح کیا۔

شام کی مہم

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منصبِ خلافت سنبھالنے کے بعد فتنہ ارتداد کے خاتمہ کیلئے جب گیارہ اسلامی لشکروں کو تیار کر کے مختلف اطراف میں روانہ فرمایا تھا تو ان میں سے ایک لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں دے کر شام کی سرحد کی طرف جانے کا حکم فرمایا۔ یہ اس لئے تھا کہ آپ نے شام کی سرحد سے خطرہ محسوس کر لیا تھا اور چاہتے تھے کہ فتنہ ارتداد کو ٹھنڈا کرنے کے ضمن میں شامیوں کی طرف سے غافل نہ رہا جائے پھر جب فتنہ ارتداد ٹھنڈا ہو گیا تو آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایرانی خطرہ سے نپٹنے کی غرض سے عراق کی مہم پر جانے کا حکم دے دیا اس کے ساتھ ہی عرب کے اندر اپنے خصوصی قاصد بھیج کر ہر قبیلہ سے جنگجو سپاہیوں کو اکٹھا کیا۔ اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ عربوں کی متحدہ قوت سے رومیوں اور ایرانیوں کو شکست سے دوچار کیا جائے۔

جس طرح دوسرے اسلامی لشکر کے کمانڈروں کے ساتھ دربار خلافت سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کامیابیوں اور نقل و حرکت سے بخوبی طور پر آگاہ تھے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ سے برابر احکامات ملتے رہتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک اسلامی لشکر کا امیر مقرر کر کے شام کی سرحد کی طرف روانہ کر رکھا تھا اور ان کو اس بات کا حکم دیا تھا کہ جب تک دربارِ خلافت سے کوئی ہدایت نہیں آتی اس وقت تک دشمن سے جنگ نہ چھیڑی جائے مگر یہ کہ دشمن خود پہل کر کے ان کے مقابلے پر آجائے۔ اس کے ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا تھا کہ شام کی سرحد پر رہ کر اردگرد کے قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی قوت میں اضافہ کرنے کی حتی الامکان کوشش کرتے رہیں مگر جو قبائل مرتد ہو گئے تھے ان کو اپنے ساتھ نہ ملایا جائے۔ حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احکامات کے مطابق شام کی سرحد پر اپنے ڈیرے ڈال دیئے اور گرد و نواح کے قبائل سے جنگجو سپاہیوں کو اکٹھا کر کے تھوڑے ہی دِنوں میں ایک بہت بڑا اسلامی لشکر تیار کر لیا، دوسری طرف ہرقل نے مسلمانوں کی جنگی تیاریوں اور اپنی سرحد پر اسلامی لشکر کے اجتماع کی خبر سن کر بھرپور طریقے سے اپنے کمانڈروں کو جنگی تیاریاں کرنے کا حکم دے دیا۔ ہرقل کی جنگی تیاریوں کی خبر بھی حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مل گئی تو انہوں نے فوری طور پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں سرحد کی صورتحال کے بارے میں نہایت تفصیل سے بیان کیا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بات کی اجازت حاصل کرنا چاہی کہ رومیوں پر ان کی تیاریاں مکمل ہونے سے پہلے ہی حملہ کر دینا مناسب ہے تاکہ وہ اپنی جنگی تیاریوں کو مکمل کر کے قوت نہ پکڑ سکیں اور مسلمان فوج پر یکدم حملہ کر کے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط ملا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معاملہ پر کافی سوچ بچار کیا اور شام کی سرحد پر موجود اسلامی فوج کو کمک بھیجنا ضروری سمجھا، اس وقت تک جو مسلمان فوجیں مختلف مہمات پر گئی ہوئی تھیں ان کی طرف سے کامیابی و فتوحات کی حوصلہ افزاء خبریں دربارِ خلافت میں برابر پہنچ رہی تھیں۔ ان میں سے خاص طور پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کامیابیوں سے بہت تقویت حاصل ہوتی رہتی تھی۔ حضرت عکرمہ بن ابو جہل اور حضرت مہاجر بن اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی مرتدین کے خاتمے کی مہم میں کامیاب ہو چکے تھے مسلمانوں کی ان پے در پے کامیابیوں سے دشمنوں کے دلوں پر بھی لرزہ طاری تھا، اس لئے اب ضروری تھا کہ رومیوں کے مقابلے کیلئے اسلامی فوج شام پر چڑھائی کرے۔

جنگی حکمتِ عملی

ان تمام حالات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرقل اور اس کے حواریوں کی سرکوبی و گوشمالی کیلئے حکمتِ عملی تیار کی۔ آپ نے شام پر لشکر کشی کا مصمم ارادہ کیا اور اہل روم سے جنگ کرنے کا عزم صمیم کیا چنانچہ اس مقصد کیلئے آپ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع کر کے ان کے سامنے نہایت اہم تقریر فرمائی جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے، آپ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر رحم فرمائے۔ آپ اس بات کو یاد رکھئے کہ اللہ ربّ العزت نے ہم سب کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ اُمتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنایا ہم سب کے ایمان اور یقین کو زیادہ کیا کامل فتح عطا فرمائی۔ چنانچہ خود اللہ ربّ العزت فرماتا ہے: "میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کیا تم پر اپنی نعمتیں پوری کیں۔ اور اسلام کو تمہارے لئے میں نے دین پسند کیا" نیز یہ کہ ہمارے آقا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شام میں جہاد کرنے کا ارادہ کر لیا تھا اور چاہا تھا کہ وہاں کوشش و ہمت سے کام لیا جائے مگر اللہ ربّ العزت نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا لیا اور اب میں آپ لوگوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں ارادہ کر چکا ہوں کہ مسلمانوں کا ایک لشکر شام کی طرف بھیجوں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے قبل مجھے اس بات کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا کہ مجھے زمین دکھلائی گئی، میں نے مشرق و مغرب کو دیکھا سو جو زمین مجھے دکھلائی گئی وہ عنقریب میری اُمت کی ملک میں آجائے گی۔ بس اب تم سب متفق ہو کر مجھے اس کا مشورہ دو کہ تمہاری کیا رائے ہیں۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر ختم ہوتے ہی تمام حاضرین نے متفق ہو کر جواب دیا کہ یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم آپ کے حکم کے تابع ہیں آپ جس طرح ارشاد فرمائیں گے اور جس جگہ آپ ہمیں جانے کا حکم دیں گے، ہم ہر وقت تیار ہیں۔

اس جواب کو سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش ہوئے۔ اہلِ مدینہ کی طرف سے یہ جوش و خروش قابلِ دیدنی تھا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ یمن کو ایک خط لکھا تا کہ ان کو بھی شام کی مہم میں شامل کیا جائے اس خط میں آپ نے تحریر فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا ہے اس بات کا حکم دیا ہے کہ تنگی ہو یا وسعت، سامان حرب کی کمی ہو یا زیادتی، انہیں ہر حال میں دشمنوں کے مقابلے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔"

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (پ ۱۰۔ سورۃ التوبہ:۴۱)

اے ایمان والو! اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

جہاد ایک لازمی فریضہ ہے اور اس کا اجر اس قدر زیادہ ہے کہ جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ تمہارے ان بھائیوں کو جو میرے سامنے موجود تھے میں نے جہاد کی غرض سے شام جانے پر آمادہ کیا اور انہوں نے میری آواز پر لبیک کہا اور نیت کے اخلاص کے ساتھ روانہ ہو رہے ہیں۔ اے اللہ کے بندو! اب تمہاری باری ہے تم بھی میری آواز پر لبیک کہو اور تمہارے ربّ کی طرف سے جو فریضہ تم پر عائد کیا گیا ہے اس کی بجا آوری میں بڑھ چڑھ کر شامل ہو جاؤ۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاصد نے جب اہلِ یمن کو یہ خط پہنچایا تو وہ لوگ فوراً جہاد کیلئے تیار ہو گئے اور حضرت ذوالکلاح حمیری کی قیادت میں ایک لشکر یمن کے بعض دیگر قبائل کے ساتھ شام جانے کی غرض سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گیا اسی طرح دیگر علاقوں اور اطراف و اکناف سے مسلمان جنگجو اپنے اپنے قبائل کے سرکردہ لوگوں کی قیادت میں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہونا شروع ہو گئے۔

اسلامی لشکروں کی روانگی

انہی دِنوں حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مہم کی کامیابی کے بعد واپس مدینہ طیبہ آئے ہوئے تھے۔ اطراف و اکناف سے مسلمان شام کی مہم میں حصہ لینے کی غرض سے مدینہ طیبہ میں جوق در جوق چلے آرہے تھے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ فوری طور پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف روانہ کردیا ان کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ایک لشکر کی قیادت دے کر روانہ کرتے وقت حکم دیا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو ساتھ لے کر فلسطین کے راستہ حملہ آور ہوں اس کے بعد جب دیگر قبائل کے لشکر اکٹھے ہوئے تو ان کو حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان میں دیکر روانہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ دِمشق کی طرف جاکر حملہ آور ہوں۔ پھر ایک اور اسلامی لشکر کو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان میں دیتے ہوئے حکم دیا کہ حمص کی طرف جاکر حملہ آور ہوں۔ اسی اثناء میں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی عراق سے مدینہ طیبہ میں تشریف لا چکے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور لشکر ترتیب دیا اور اس کی کمان حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کرتے ہوئے حکم دیا کہ اُردن کی طرف حملہ آور ہوں۔ اس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگی حکمتِ عملی کے تحت ان لشکروں کو مختلف سمتوں سے شام پر چڑھائی کرنے کیلئے روانہ فرمایا۔

روایات میں آتا ہے کہ یہ تمام لشکر روانگی سے قبل مدینہ طیبہ کے باہر مقام جرف پر اکٹھے ہوتے تھے اور جب کسی لشکر کو روانہ ہونے کا حکم ملتا تھا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود مقام جرف میں تشریف لاتے اور روانہ ہونے والے لشکر کے کمانڈر کو نصائح اور دعاؤں سے نوازتے اور فرماتے:۔

"اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ یاد رکھو! ہر کام کا ایک مقصد ہوتا ہے جس نے اس مقصد کو حاصل کرلیا اس نے کامیابی حاصل کرلی، جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کا کفیل ہوجاتا ہے۔ تمہیں کوشش اور جدوجہد سے اپنا کام کرنا چاہیے کیونکہ بغیر کوشش کے کوئی بھی کام پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ یاد رکھو! جس شخص میں ایمان نہیں وہ مسلمان کہلانے کا بھی حقدار نہیں، جو کام ثواب حاصل کرنے کی نیت سے نہ کیا جائے اس کا کوئی ثواب بھی نہیں ملتا جس کام میں نیک نیتی شامل نہیں وہ کام ہی نہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو اجرِ عظیم کی خوشخبری دی گئی ہے لیکن کسی مسلمان کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اس اجر و ثواب کو صرف اپنے لئے ہی مخصوص کرلے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا ایک تجارت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مومنین کیلئے جاری فرمایا ہے جو شخص اسے اپناتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رُسوائی سے بچالیتا ہے اور دونوں جہان میں عزت عطا فرماتا ہے۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احکام کے مطابق اسلامی لشکروں نے شام کی طرف پہنچنا شروع کردیا۔

رومیوں کی تیاریاں

تمام اسلامی لشکر اگرچہ مختلف راستوں سے سفر کرتے ہوئے شام کی طرف رواں دواں تھے مگر ان کے مابین اس قدر مضبوط رابطہ قائم تھا کہ ایک دوسرے کے حالات سے مکمل طور پر آگاہی حاصل کرنے کی غرض سے خط و کتابت کے سلسلہ کو بغیر کسی تعطل کے قائم رکھا ہوا تھا۔ اسلامی لشکروں کی شام کی سرحدوں کی طرف پیش قدمی سے رومیوں کو بھی لاعلمی نہ ہو سکتی تھی وہ بھی باخبر ہو چکے تھے۔ چنانچہ ہرقل نے چاروں اسلامی لشکروں کے مقابلے کیلئے جنگی تیاری کی غرض سے اپنے سپہ سالاروں کو اکٹھا کیا رومیوں کی ایک بہت بڑی فوج ہرقل کے زیر سایہ جمع تھی۔ ہرقل نے اپنی سمجھ کے مطابق مسلمانوں سے نپٹنے کیلئے اپنے چار بہترین سپہ سالاروں کو منتخب کیا اس مقصد کیلئے اس نے اپنے سگے بھائی تذارق کی کمان میں نوے ہزار فوج دے کر فلسطین کی طرف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے کیلئے روانہ کیا۔ تذارق اس سے قبل ایرانیوں کی زبردست فوج کو شکست دے چکا تھا۔ اس لئے ہرقل کو گمان تھا کہ تذارق مسلمانوں کو بھی شکست دے سکتا ہے لیکن یہ اس کی خام خیالی تھی۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ کیلئے ہرقل نے فیقار بن نسطورس کی کمان میں ساٹھ ہزار کا لشکر حمص کی سرحد کی طرف روانہ کیا۔ اسی طرح حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ کیلئے راقص کی کمان میں پچاس ہزار کا لشکر اُردن کی طرف روانہ کیا۔ اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ کیلئے جرجہ بن نوذر کی کمان میں چالیس ہزار کا لشکر دِمشق کی طرف روانہ کیا۔ اس طرح مسلمانوں کے مقابلے کیلئے ہرقل نے اپنے چار سپہ سالاروں کی کمان میں دو لاکھ چالیس ہزار کی تعداد میں فوج روانہ کی۔ جبکہ مسلمانوں کی فوج کی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی۔

مسلمانوں کے مشورے

مسلمانوں نے جب رومیوں کی اس قدر کثیر تعداد کو اپنے مقابلہ پر دیکھا کہ جو ہر طرح کے کیل کانٹے سے لیس تھی تو انہوں نے آپس میں مشورے کرنے شروع کئے اس موقع پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا کہ اس صورتحال میں دشمن کے ساتھ الگ الگ مقابلہ کرنا کسی بھی طرح مسلمانوں کیلئے فائدہ مند نہ ہو گا اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ تمام اسلامی لشکر اکٹھے ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں کیونکہ مسلمانوں کے اکٹھے ہو کر مقابلہ کرنے سے دشمن اپنی تعدادِ کثرت کے باوجود ہمارے مقابلے پر ٹھہر نہ سکے گا اس کے برعکس اگر ہم الگ الگ لشکر کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں گے تو ہمارا کوئی بھی لشکر ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکے گا اور ہو سکتا ہے کہ شکست کا سامنا کرنا پڑے۔

رومی فوجوں کی کثرت کی اطلاع فوری طور پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی پہنچائی گئی اور دوبارہ دربارِ خلافت سے اس نازک صورتحال کیلئے حکم طلب کیا گیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاروں کمانڈروں کے نام ایک جگہ جمع ہو کر رومیوں کا مقابلہ کرنے کا حکم بھیجا اور تحریر فرمایا:۔

”اکٹھے مل کر ایک فوج کی صورت بن جاؤ اور متحد ہو کر دشمن کے مقابلے کیلئے نکلو، تم اللہ کے مددگار ہو جو شخص اللہ کا مددگار ہو گا اللہ بھی اس کا مددگار ہو گا لیکن جو اس کا انکار کرے گا ناشکری کرے گا اللہ بھی اسے چھوڑ دے گا، گناہوں سے مکمل پرہیز کرو، اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو۔“

چاروں اسلامی لشکروں نے باہمی مشوروں کے بعد اپنے اپنے لشکر کے ساتھ یرموک کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔

میدانِ جنگ

ہرقل کے علم میں جب یہ بات آئی کہ چاروں اسلامی لشکر ایک ہی مقام پر جمع ہو گئے ہیں تو اس نے بھی اپنے کمانڈر کو حکم دیا کہ ایک ہی جگہ پر اکٹھے ہو کر مسلمانوں سے مقابلہ کرو۔ رومیوں کے چاروں لشکر جمع ہو کر چشمہ یرموک کے ایک ایسے وسیع و عریض بیضوی میدان میں خیمہ زن ہوئے جس کے اطراف پہاڑ تھے سامنے کی طرف سے یہ میدان پانی سے محصور تھا، اس وسیع و عریض میدان میں دو لاکھ چالیس ہزار رومی فوج نے پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ رومی اس جگہ کو اپنے لئے دفاعی نقطہ نگاہ سے بہت محفوظ خیال کرتے تھے مگر ان کے گمان میں یہ بات نہ آسکی کہ وہ اس میدان میں بالکل محصور ہو کر رہ گئے ہیں کیونکہ ان کے تین اطراف پہاڑ تھے اور باہر نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا جو کہ سامنے کی طرف تھا اور اس پر مسلمانوں کی فوج پڑاؤ ڈال چکی تھی اس طرح رومی فوج مسلمانوں کے گھیرے میں آگئی تھی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدانِ جنگ کی یہ صورتحال دیکھی تو خوشی سے باآواز بلند پکار اُٹھے:۔

”مسلمانو! تمہیں خوشخبری ہو کہ رومی فوج گھیرے میں آچکی ہے اور گھیرے میں آنے والی فوج محاصرہ کرنے والی فوج کے ہاتھوں مشکل سے ہی بچتی ہے۔“

جھڑپوں کا آغاز

رومی اپنی فوجوں کو مسلمانوں کے مقابلے پر لانے کی غرض سے جس مقام پر خیمہ زن ہو گئے تھے وہ ان کی ناکام جنگی حکمتِ عملی کا مظہر تھا کیونکہ ان کے باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا راستہ مسدود ہو کر رہ گیا تھا اس راستے پر مسلمان فوجیں قبضہ کئے ہوئے تھیں، چنانچہ جب بھی رومیوں کا کوئی دستہ اس طرف سے نکل کر آگے بڑھنے کی کوشش کرتا تو مسلمان ان پر چڑھائی کر دیتے اور ان کو پسپائی پر مجبور کر دیتے اس طرح رومیوں کی فوج اپنی کثیر تعداد کے باوجود مسلمانوں پر غلبہ پانے میں ناکام ہو رہی تھی۔ جبکہ مسلمان رومیوں کی کثرتِ تعداد کی وجہ سے زیادہ پیش قدمی نہ کرتے تھے کہ کہیں رومی ان پر غلبہ حاصل نہ کر لیں اس طرح دو مہینے گزر گئے اور دونوں میں کوئی بھی فریق کامیابی حاصل نہ کر سکا، صورتحال جوں کی توں تھی۔ اس بات کی اطلاع اسلامی فوج کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی گئی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقرری

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالات کا بغور جائزہ لینے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام کی مہم پر بھیجا جائے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس ارادے کے بارے میں اپنے ساتھیوں کو بتایا کسی نے بھی آپ کی رائے سے اختلاف نہ کیا چنانچہ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ

"تم صوبہ حیرہ میں اپنی جگہ مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں کا ذمہ دار افسر بنا کر نصف فوج مثنیٰ کے پاس چھوڑ کر اور نصف فوج خود لے کر شام کی طرف یرموک میں اسلامی افواج کے ساتھ مل جاؤ اور وہاں پر موجود تمام اسلامی افواج کی کمان بطور سپہ سالارِ اعظم اپنے ہاتھ میں لے لو کیونکہ وہ وہاں دشمن کے نرغہ میں گھر گئے ہیں (اور) یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ تمہارے سامنے دشمنوں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں اور تم مسلمانوں کو دشمنوں کے نرغے سے صاف بچا لاتے ہو۔ اے ابو سلیمان! میں تمہیں تمہارے اخلاص اور خوش بختی پر مبارکباد دیتا ہوں اس مہم کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤ، اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو۔ تمہارے دل میں غرور نہیں آنا چاہئے۔ کیونکہ غرور کا انجام نقصان اور رُسوائی ہے اپنے کسی کام پر ناز نہ کرنا۔ فضل و کرم کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہی اعمال کا اجر عطا کرتا ہے۔"

اسی دوران رومیوں نے بھی جنگی صورتحال کے بارے میں ہرقل کو لکھ بھیجا۔ ہرقل نے اپنے بھائی تذارق کو لکھا کہ میں ایک زبردست لشکر کو تمہاری کمک کیلئے یرموک کی طرف روانہ کر رہا ہوں چنانچہ اس نے باہان نامی سپہ سالار کی کمان میں ایک بہت بڑا لشکر یرموک کی طرف روانہ کر دیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے شام کو روانگی کا حکم نامہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا تو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضروری تیاری کی، دس ہزار فوج حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چھوڑی اور دس ہزار فوج کو اپنی کمان میں لے لیا اور اپنی زیر کمان فوج میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اکثریت کو شامل کیا۔ چونکہ یہ ایک مشکل ترین مہم تھی اور اس میں کافی عرصہ بھی لگ سکتا تھا اسلئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خدشہ کے پیش نظر کہ کہیں ان کی حیرہ سے عدم موجودگی کے باعث دشمن موقع سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کیلئے کوئی مصیبت نہ کھڑی کر دے انہوں نے کمزور مردوں اور خواتین کو واپس مدینہ طیبہ بھیج دیا تاکہ اگر خدانخواستہ ایرانیوں کی طرف سے مسلمانوں کو کوئی نقصان پہنچے تو اس صورت میں عورتوں اور بچوں کو ان کے چنگل سے محفوظ رکھا جا سکے۔ اس تمام پیش بندی کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی فوج کے ہمراہ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

یرموک کا سفر

تمام تر انتظامات کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس ہزار کے لشکر کو ساتھ لے کر یرموک کی طرف بڑھ رہے تھے اس سفر کے دوران راستے میں کئی دشمن قبائل اور ان کے حواری دشمن لشکروں نے حملہ آور ہو کر نقصان پہنچانے کی کوشش کی مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے دلیری اور بے جگری سے لڑتے ہوئے ان کو پسپا کرتے ہوئے اور انہیں جانی نقصان پہنچاتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ یرموک کی طرف رواں دواں رہے اور بالآخر یرموک پہنچ گئے اس دوران یرموک میں ہرقل کی طرف سے لڑنے کی غرض سے اس کے زیر سایہ کئی سردار اور بطریق اپنے جنگجوؤں کو ساتھ لیکر رومیوں کے لشکر میں شامل ہو چکے تھے۔ اور رومیوں نے عددی اعتبار سے اپنی برتری قائم کر رکھی تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یرموک پہنچنے سے پیشتر اگرچہ معمولی جھڑپیں دونوں افواج کے مابین ہو جاتی تھی لیکن کوئی بڑا معرکہ اس وقت تک نہیں ہوا تھا دونوں طرف کی فوجیں تقریباً تین ماہ سے اسی حالت میں تھیں۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگی حکمتِ عملی

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی فوجوں میں پہنچ کر صورتحال کا بغور جائزہ لیا اور رومیوں کے ساتھ ایک زبردست اور فیصلہ کُن جنگ کرنے کیلئے جنگی حکمتِ عملی کے تحت تمام اسلامی لشکروں کی کمان اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد تمام اسلامی افواج کو اڑتیس ۳۸ دستوں میں تقسیم کرتے ہوئے فرمایا کہ

"ہمارا دشمن کثیر تعداد میں ہے اور اسے اپنی تعداد کی کثرت پر فخر ہے اس کے مقابلے کیلئے یہی تدبیر مناسب ہے کہ ہم اپنی فوج کو بہت سے دستوں میں تقسیم کرلیں تاکہ دشمن کو ہماری تعداد، اصل سے بہت زیادہ دکھائی دے۔"

اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریباً ایک ایک ہزار فوجیوں پر مشتمل اڑتیس دستوں کو تشکیل و ترتیب دیا ہر دستہ پر ایک ایک تجربہ کار بہادر سالار مقرر کیا، علاوہ ازیں نہایت جرأت مند اور دلیروں پر مشتمل ایک چھوٹا سا دستہ اپنے ساتھ رکھا اور ہر ایک سپہ سالار کو اس کے فرائض اور کام کے متعلق مناسب ہدایات دیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ ہی اسلامی فوجوں کے قلب، میمنہ اور میسرہ بھی ترتیب دیئے اور ان پر بھی امیر مقرر فرمائے چنانچہ انہوں نے قلب میں اٹھارہ دستوں کو متعین کرکے ان کی مجموعی کمان حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی، قلب میں تعینات دستوں میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے، میمنہ پر متعین دس دستوں کی کمان حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی جبکہ دس دستے میسرہ پر تعینات کئے اور ان کی کمان حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر ایک دستے کا علیحدہ سالار بھی مقرر کیا تھا اور یہ سالار جرأت، بہادری میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان دستوں کے سالار اپنے اپنے حصوں میمنہ، قلب اور میسرہ کے سرداروں کے ماتحت تھے اور ان سے احکامات لینے کے پابند تھے۔ اسطرح حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدانِ جنگ میں ایک ماہر کی حیثیت سے جنگی حکمتِ عملی ترتیب دی۔ میمنہ، قلب اور میسرہ پر دستوں کو تعینات کرنے کے بعد انہوں نے چیدہ چیدہ بہادروں پر مشتمل ایک ہراول دستہ بھی ترتیب دیا اس دستہ کی قیادت حضرت غیاث بن اشیم کے سپرد کی۔

خونریز معرکہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی افواج کی اس طرح سے صف بندی کی کہ مسلمانوں کے حوصلے بے انتہا بڑھ گئے ان میں اس قدر جوش و خروش پیدا ہو گیا کہ وہ رومیوں کی عددی برتری کو کسی خاطر میں نہ لائے اور شوقِ شہادت کے جذبے سے سرشار ہو کر رومیوں سے جنگ کرنے کیلئے اپنے سپہ سالار کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

دوسری طرف رومی افواج بھی مسلمانوں کی جنگی تیاریوں سے بخوبی طور پر آگاہ تھی ان کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کے بارے میں اور اسلامی فوج کی کمان سنبھال لینے کے بارے میں معلوم ہو چکا تھا اس لئے رومیوں نے بھی مسلمانوں کے مقابلے کیلئے اپنی بھرپور قوت کے ساتھ پوری طرح صف بندی کر لی۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد سے بعض رومی سرداروں کے دلوں پر رعب طاری ہو گیا کیونکہ وہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیر معمولی شجاعت و بہادری کو اچھی طرح جانتے تھے اور اس بات کا علم رکھتے تھے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے تجربہ کار اور بہادر جرنیل ہیں کہ جو جنگ کا پانسہ اپنے حق میں پلٹنے کی اہلیت و مہارت رکھتے ہیں۔

جب دونوں جانب سے جنگی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو رومیوں کی طرف سے چالیس ہزار سواروں کے ایک لشکر نے حملہ کا آغاز کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رومیوں کی طرف سے غافل نہ تھے۔ چنانچہ اپنے ساتھی بہادروں کے دستہ کے ساتھ آگے بڑھ کر حملہ آوروں کو پسپا کر دیا۔ رومیوں کا ایک سردار جرجہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت و بہادری کے قصے سن کر ان سے بہت حد تک متاثر تھا اس کی خواہش ہوئی کہ کسی طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی جائے اتفاق سے رومی سردار باہان نے جرجہ کو اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ جرجہ میدانِ جنگ میں آیا اور اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ باتیں کرنے کیلئے طلب کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جاسوسوں کے ذریعے جرجہ کی خواہش کا پہلے ہی علم ہو چکا تھا اس لئے اپنے لشکر سے نکل کر جرجہ کے سامنے آئے۔ جرجہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسلام کے متعلق چند سوالات کئے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو نہایت احسن انداز سے اسلام کی حقیقت کے بارے میں آگاہ کیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جرجہ کے مابین گفتگو جاری تھی کہ رومیوں نے اس خیال سے کہ شاید جرجہ کو مدد کی ضرورت ہے مسلمانوں پر ایک طرف سے حملہ کر دیا اور مسلمانوں کو تھوڑا سا پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمے کے سامنے کھڑے اپنے دستہ کی کمان کر رہے تھے مسلمانوں کی پسپائی کو برداشت نہ کر سکے۔ جوش و جذبہ میں باآواز بلند رومیوں سے مخاطب ہوئے:۔

"میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے مقدس انسان سے ہر میدان میں لڑتا رہا ہوں۔ کیا آج تم لوگوں سے ڈر کر اس لڑائی سے بھاگ جاؤں گا۔ اللہ کی قسم! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔"

اس کے ساتھ ہی اپنے ساتھیوں کی طرف مڑے اور بولے، آؤ، کون ہے جو موت کیلئے بیعت کرتا ہے۔

ان کی پُر جوش آواز نے مسلمانوں کے دِلوں کو گرما دیا چنانچہ ان کے بیٹے عمرو بن عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اس کے ساتھ ہی حارث بن ہشام، ضرار بن ازور اور چار سو دیگر بہادر مسلمانوں نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی۔ بیعت کرتے ہی حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان میں رومیوں پر اس قدر زبردست حملہ کیا کہ رومی اس اچانک اور بھرپور حملے کی تاب نہ لا سکے اور ان کے قدم اُکھڑ گئے۔ رومیوں کے دلوں پر اس وقت مسلمانوں کی مزید ہیبت طاری ہو گئی جب عین لڑائی کے وقت جرجہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے نتیجہ میں اسلام کی حقیقت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسلامی لشکر میں شامل ہو کر مسلمانوں کی طرف سے رومیوں سے لڑنا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی اسلامی لشکر میں حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قاری کے فرائض پر مامور کئے گئے تھے۔ چنانچہ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز سے سورۂ انفال کی تلاوت فرما کر مسلمانوں کے دلوں میں شوقِ شہادت کو تیز کر رہے تھے۔

مسلمانوں کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ مسلمان عورتوں نے بھی جو اسلامی فوج کے ساتھ تھیں لڑنے اور کفار کو قتل کرنے میں بہادری کے جوہر دکھائے ان مسلمان عورتوں میں خاص طور پر حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی جویریہ نے بہادری کے زبردست جوہر دکھائے۔ مسلمانوں میں جوش و جذبہ اُبھارنے میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پیش پیش تھے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجز پڑھ پڑھ کر دلوں میں جوش اور لڑائی کی اُمنگ کو تیز کر رہے تھے اور اسلامی لشکر میں پھر کر باآواز بلند کہتے:۔

"اللہ اللہ! تم حامیانِ عرب ہو اور دین اسلام کے مددگار، تمہارے مقابلے پر حامیان روم اور شرک کے مددگار ہیں۔ یا اللہ! آج کی جنگ صرف تیرے نام کیلئے۔ یا اللہ! تو اپنے بندوں کی مدد فرما۔"

صبح سے میدان کارزار گرم تھا مسلمان اس قدر ثابت قدمی اور بہادری سے لڑ رہے تھے کہ رومیوں کو تعداد کی کثرت کے باوجود سنبھلنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ اسلامی فوج بہادری اور جوانمردی کی ایک زبردست تاریخ رقم کر رہی تھی۔ بہادران اسلام وہ عظیم کارہائے نمایاں انجام دے رہے تھے کہ چشم فلک نے آج تک نہ دیکھے تھے۔ صبح سے شام تک گھمسان کی لڑائی جاری رہی مسلمانوں کے مقابلے میں رومیوں کا جذبہ ٹھنڈا پڑتا جا رہا تھا۔ سارا دن لڑتے رہنے کی وجہ سے رومی اس لئے بھی تھک چکے تھے کہ ان کو کثرتِ تعداد کے باوجود معمولی سی بھی کامیابی نہ ہو رہی تھی اور مسلمان ان پر برق کی طرح حملے کر رہے تھے۔ اس صورتحال میں رومی بدحواسی اور مایوسی کا شکار ہو گئے اور مسلمانوں کے مقابلہ پر ٹھہر نہ سکے۔ انہوں نے پسپائی اختیار کی اور پسپا ہوتے ہوئے پیچھے کی طرف بھاگے لیکن اس طرف ان کے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہ تھا ان کے عقب میں واقوصہ کی گھاٹی تھی۔ رات کا اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ رومیوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے تابڑ توڑ حملوں سے محفوظ رکھنے کیلئے اپنی خندق کا رُخ کیا مسلمانوں نے ان کا تعاقب جاری رکھا، رات کے اندھیرے کی وجہ سے رومی گہری کھائی کو نہ دیکھ سکے چنانچہ بے شمار رومی بدحواسی کے عالم میں گہری کھائی میں گرنے لگے۔ ایک دوسرے کے اوپر گرنے سے بہت سے رومی موت کی وادی میں پہنچ گئے جبکہ بہت سے پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے ایک بہت بڑی تعداد مسلمانوں کی تلواروں کی زد سے بچ نہ سکی اور جہنم واصل ہوئی۔ ایک لاکھ تیس ہزار رومی موت کے گھاٹ اُتر گئے میدانِ جنگ سے فرار ہونے والوں میں رومی فوج کے سواروں کی تعداد زیادہ تھی۔ رومیوں کی پیدل فوج تقریباً ساری کی ساری میدانِ جنگ میں ماری گئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رومی فوج کے کمانڈر انچیف کے خیمہ پر قبضہ کر لیا۔ باہان میدانِ جنگ سے فرار ہو گیا جبکہ رومیوں کا کمانڈر انچیف ہرقل کا بھائی تذارق اور جنگجو سردار رفیقا بن نطورس کے علاوہ رومیوں کے دیگر سرکردہ سردار بھی مارے گئے۔

یرموک کی اس جنگ میں رومیوں کو مکمل طور پر شکست ہو چکی تھی مسلمان فاتح کی حیثیت سے اس مقام پر موجود تھے۔ رومی فوجیوں سے یرموک کا میدان بالکل خالی تھا۔ رومیوں کی لاشوں کے ڈھیر جا بجا پڑے ہوئے تھے۔ اس میدان کارزار میں مسلمانوں کے تین ہزار بہادروں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ان شہداء میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ حضرت عکرمہ بن ابو جہل، حضرت عمرو بن عکرمہ، حضرت ابان بن سعید، حضرت عمرو بن سعید، حضرت طفیل بن عمرو، حضرت ہبار بن سفیان اور حضرت ہشام بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس جنگ میں شہادت کے رُتبہ پر فائز ہوئے۔ غازیانِ اسلام اور ان شہداء کی بہادری و جانثاری سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم سے نوازا تھا۔ رومیوں کی شکست کی خبر سن کر ہرقل بدحواسی کے عالم میں حمص چھوڑ کر فرار ہو گیا اس کا غرور خاک میں مل چکا تھا۔ رومیوں کے لشکر کے ایک سردار جرجہ جو عین میدانِ جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کی طرف سے لڑتے ہوئے رومیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

عراق کی صورتحال

شام کی مہم پر جانے کی غرض سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فوری طور پر حیرہ سے روانگی کا حکم ملا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ الرسول کے حکم کے مطابق نصف فوج حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چھوڑ کر اور نصف فوج اپنے ہمراہ لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے تو ان کی غیر موجودگی سے ایرانیوں نے فائدہ اٹھانا چاہا یہ صورتحال بہت نازک تھی۔ ایرانی سپہ سالار بہمن جادویہ اس خیال سے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیر موجودگی میں مسلمانوں کو اس ملک سے نکالنا بہت آسان ہے۔ ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے روانہ ہوا۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ بھی معاملے کی نزاکت کو سمجھتے تھے انہوں نے ایرانیوں کی اس جنگی تیاریوں اور عزم کے بارے میں سنا تو حیرہ سے آگے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کرنا ضروری خیال کیا تاکہ دشمن کے دل پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو جائے۔ چنانچہ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوری طور پر اسلامی لشکر کو ترتیب دیا اپنے دونوں بھائیوں مسعود اور معنیٰ کو بالترتیب میسرہ اور میمنہ پر تعینات کیا اور برق رفتاری سے بابل کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی اثنائے راہ ہی میں تھے کہ ان کے پاس ایران کے شہنشاہ شہریران (شہر بازان) کا قاصد ایک خط لے کر پہنچا انہوں نے خط کھول کر دیکھا تو اس میں دھمکی آمیز تحریر تھی کہ

"تمہارے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے میں نے ایک ایرانی لشکر روانہ کیا ہے بلاشبہ وہ مرغیوں اور سوروں کے چرانے والے ہیں لیکن تمہارا بھرکس خوب اچھی طرح نکال دیں گے۔"

ایران کے شہنشان کا بھیجا ہوا خط پڑھ کر حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی بھی وقت ضائع کئے بغیر اسی وقت اس خط کا جواب تحریر کیا اور اسی قاصد کے حوالے کر دیا۔ اس خط میں تحریر تھا:۔

"مثنیٰ کی طرف سے شہریران کے نام۔ تمہاری حالت یقیناً ان دو صورتوں سے مختلف نہیں یا تو تم سرکش ہو، یہ چیز تمہارے لئے نقصان دہ ہے اور ہمارے لئے فائدہ مند یا پھر تم جھوٹے ہو اور یہ بات تم جانتے ہی ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس کے بندوں کی نگاہوں میں رسوائی کے لحاظ سے سب سے زیادہ جھوٹے بادشاہ ہی ہوتے ہیں تمہارے خط سے ہمیں اس بات کا تو پتا چل ہی گیا ہے کہ اب تم اس حد تک مجبور و بے بس ہو گئے ہو کہ مرغیاں اور سور چرانے والوں کے علاوہ ہمارے مقابلے پر بھیجنے کیلئے تمہیں اور لوگ ملتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تمہارا مکر و فریب خود تم پر ہی واپس کر دیا ہے اور تم اس بات پر مجبور ہو گئے ہو کہ مرغیاں چرانے والوں کی مدد حاصل کرو۔"

حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ساتھ اسلامی لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے بابل کے قریب جا پہنچے اور مدائن سے تقریباً چوراسی کلو میٹر دور بابل کے کھنڈرات میں ایک بلند مقام پر خیمہ زن ہو گئے۔ اس مقام پر خیمہ زن ہو کر اسلامی لشکر ایرانی حملہ آوروں کے استقبال کیلئے تیاری کی حالت میں تھا کہ ایرانی لشکر آن پہنچا، دونوں فوجوں کے مابین زبردست جنگ ہوئی مسلمان اس قدر دلیری اور بے جگری سے لڑے کہ ایرانیوں کے قدم میدانِ جنگ میں جم نہ سکے اور وہ اپنی جانیں بچانے کیلئے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے مسلمانوں نے ایک خونریز جنگ کے بعد ان پر فتح حاصل کرلی تھی اسلامی لشکر نے مدائن کے قریب تک ایرانیوں کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس حیرہ میں تشریف لے آئے۔

خلافتِ صدیقی کے آخری ایام

ایرانی فوج کو عبرتناک شکست کی خبر جب ایران کے شہنشاہ شہریران کو ملی تو اس کو ایسا زبردست دھچکا لگا کہ خبر سنتے ہی بخار میں مبتلا ہو گیا اور بخار کی حالت میں مر گیا، اس کے مرنے کے بعد ایرانی سرداروں نے کسریٰ کی بیٹی کو اس کی جگہ تخت پر بٹھا دیا اور اپنے اندرونی جھگڑوں کو پس پشت ڈال کر تمام ایرانی سپہ سالاروں اور وزیروں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی غرض سے زبردست تیاریوں کا آغاز کر دیا اس مقصد کیلئے ایرانیوں نے اپنی باہمی رقابتوں کو بھی فراموش کر دیا تھا۔ ابھی کسریٰ کی بیٹی کو تختِ سلطنت پر بیٹھے ہوئے چند دن ہی گزرے تھے کہ ایرانیوں کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے اور اس کے نتیجہ میں کسریٰ کی بیٹی کو معزول کر دیا گیا۔ اب ایران کے تخت پر سابور بن شہریران براجمان ہو گیا۔ شاہی خاندان کی باہمی چپقلش اور رنجش کی بناء پر سابور قتل ہو گیا اور کسریٰ کی بیٹی جس نے سابور کو قتل کرنے کی پلاننگ کی تھی وہ تختِ شاہی پر بیٹھ گئی کسریٰ کی اس بیٹی کا نام آزرمیدخت تھا۔

حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایرانیوں کے اندرونی خلفشار کے باوجود ان سے غافل نہ تھے کیونکہ قطع نظر اس بات کے کہ ایرانی اپنے اندرونی جھگڑوں میں اُلجھ گئے تھے مگر چونکہ یہ خلفشار شاہی خاندان کی حد تک ہی محدود تھا ایرانی قبائل اور روساء مسلمانوں کے مقابلے کیلئے جنگی تیاریوں میں کافی جوش و خروش دکھا رہے تھے۔ اس صورتحال میں ضروری تھا کہ ان کے مقابلے کیلئے مسلمان بھی اپنی جنگی حکمتِ علمی ترتیب دیں۔ حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایرانیوں کی جنگی تیاریوں کی خبروں سے اس لئے بھی تھوڑی سی پریشانی لاحق ہوئی کہ اسلامی لشکر جو ان کے زیر کمان تھا اس کی تعداد بہت قلیل تھی اور اسلامی فوجوں کی ایک بہت بڑی تعداد شام کی سرحد پر میدان کارزار گرم کئے ہوئے تھی اگر ان حالات میں ایرانی اپنی قوت مجتمع کر کے حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ آور ہوتے تو مدینہ منورہ سے فوری طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی مدد کیلئے کوئی اسلامی لشکر بھی نہیں بھیج سکتے تھے۔

ان حالات کے پیش نظر حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا۔ اس خط کو بھیجے ہوئے کافی دن گزر گئے مگر ابھی تک مدینہ طیبہ سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بذاتِ خود مدینہ منورہ جا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بات چیت کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اپنی جگہ پر حضرت بشیر بن خصاصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کر کے فوری طور پر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مدینہ منورہ میں پہنچے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال میں صرف چند گھنٹے رہ گئے تھے۔ اس کے باوجود جب حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بڑی توجہ وانہماک سے ان کی باتیں سنیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر ارشاد فرمایا:

"عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میری بات غور سے سنو اور اس کے مطابق عمل کرو۔ میرے وصال کے بعد تم مثنیٰ کے ساتھ فوج جمع کر کے ضرور اور جلد از جلد روانہ کر دینا۔ کوئی بھی مصیبت تمہیں دینی کام اور پروردگارِ عالم کے حکم سے غفلت میں نہ ڈالے۔ تم نے دیکھا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد کیا کیا تھا۔ حالانکہ مسلمان اس وقت ایک زبردست آزمائش میں تھے۔ اگر اس وقت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی بجا آوری میں دیر کرتا اور کمزوری دکھاتا تو نہ صرف مدینہ طیبہ بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں کی نذر ہو جاتا بلکہ اسلام بھی خطرے میں پڑ جاتا۔ جب اہل شام پر فتح حاصل ہو جائے تو اہل عراق کو واپس (عراق کی طرف) روانہ کر دینا کیونکہ وہ عراق ہی کے کاموں کو اچھی طرح انجام دے سکتے ہیں اور ان کا دل عراق میں کھلا ہوا ہے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس وصیت پر عمل کرنے کا وعدہ کیا اور پھر جب آپ سے رخصت ہو کر باہر نکلے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ الٰہی میں اس طرح سے دعا مانگی:

"یا اللہ! میں نے عمر کو مسلمانوں کی بھلائی اور فتنہ و فساد کے خطرہ کو دور کرنے کیلئے اپنے بعد اپنا خلیفہ منتخب کیا ہے میں نے جو کچھ بھی کیا ہے مسلمانوں کی بہتری کیلئے کیا ہے تُو دلوں کے حال خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ میں نے مسلمانوں کی بھی رائے لی ہے اور ان میں سے اس شخص کو جو سب سے بہتر قوی اور مسلمانوں کی بہتری چاہنے والا اور امین ہے ان کا والی بنایا ہے پس تو ان میں میرا خلیفہ قائم رکھ۔ وہ تیرے بندے ہیں اور تیرے ہی ہاتھ میں ان کی پیشانی ہے ان کے والیوں کو نیک بنا اور عمر کو بہتر خلیفہ بنا اور عمر کی رعیت کو اس کیلئے اچھی رعیت بنا دے۔" (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ایک لشکر عظیم عراق کی طرف روانہ کر دیا۔ (ماخوذ از طبقات ابن سعد۔ تاریخ طبری۔ تاریخ اسلام۔ فتوح الشام)

وصال مبارک

خلیفۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرض الموت کا آغاز اس طرح سے ہوا کہ شدید سردی کے موسم میں ٹھنڈے پانی سے غسل فرمایا جس کے باعث بخار چڑھ گیا اور پندرہ دن بخار میں مبتلا رہنے کے بعد وصال فرما گئے۔

اس ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ والد ماجد کی علالت کا آغاز اس طرح سے ہوا کہ آپ نے ۷ جمادی الآخر ۱۳ھ بروز پیر غسل فرمایا، اس دن شدید سردی تھی، جس کے باعث آپ کو بخار چڑھ گیا اور پندرہ دن تک بیمار رہنے اور بخار کی وجہ سے اس عرصہ میں آپ نماز کیلئے بھی باہر تشریف نہ لاسکے آخر کار اسی بخار کے باعث وصال فرما گئے۔ (حاکم)

خلافت کے مشورے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بخار کے باعث جب طبیعت زیادہ خراب ہو گئی اور پندرہ دن برابر شدت سے بخار رہا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ اب وہ آخری وقت آن پہنچا ہے جو ہر ایک ذی روح پر آتا ہے تو آپ نے سب سے پہلے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر خلافت کے بارے میں مشورہ کیا اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر بھی ان کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، واللہ! عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بہترین شخص ہیں لیکن ان کے مزاج میں سختی زیادہ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سختی کا سبب صرف یہ ہے کہ میں نرمی سے پیش آتا ہوں اگر خلافت کا کام ان کے سپرد کر دیا جائے تو ان کی سختی بڑی حد تک دور ہو جائے گی۔ میں خود بھی دیکھتا ہوں کہ اگر کسی شخص پر خفا ہوتا ہوں اور سختی سے پیش آتا ہوں تو عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس سے نرمی کا سلوک کرنے پر مائل ہوتے ہیں اور اگر میں کسی سے نرمی کا برتاؤ کرتا ہوں تو میرے سامنے اس بارے میں سختی کا اظہار کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا یہی سوال کیا انہوں نے جواب دیا کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور ہم میں سے کوئی بھی ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر یہی سوال کیا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سعید بن زید، حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے حضرات انصار و مہاجرین سے بھی مشورہ لیا اور ان کی رائے جاننا چاہی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آپ کے بعد عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی وہ شخص ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی رضا سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس سے ناخوش ہو وہ اس سے ناخوش ہوں ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی اچھا ہے اور کار خلافت کیلئے ان سے زیادہ قوی اور مستعد شخص کوئی دوسرا دکھائی نہیں دیتا۔

انہی مشوروں کے دوران جب حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے ان کے سامنے بھی فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے بعد عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کر جاؤں۔ حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، آپ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے کہ آپ نے رعیت کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جلال آ گیا اور چونکہ بخاری کی وجہ سے کمزوری واقع ہو چکی تھی، فرمایا مجھے اُٹھا کر بٹھا دو چنانچہ آپ کو بٹھا دیا گیا تو آپ نے فرمایا:۔

"تم مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈراتے ہو؟ واللہ! میں اللہ تعالیٰ کو جواب دوں گا کہ میں نے تیری مخلوق پر تیری مخلوق کے بہترین شخص کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔"

یہ سن کر حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو گئے۔ (تاریخ الخلفاء، تاریخ اسلام)

وصیت نامہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے بارے میں مشورے کر لئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر وصیت نامہ لکھنے کا حکم دیا۔ بیماری کی شدت اور جسمانی نقاہت و کمزوری کے باعث آپ رُک رُک کر بولتے جاتے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے جاتے تھے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت نامہ کا یہ مضمون لکھوایا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ وصیت ہے جو ابو بکر بن ابی قحافہ نے اس وقت کی ہے جبکہ اس کا آخری وقت دنیا میں اوّل وقت آخرت کا ہے۔ ایسی حالت میں کافر بھی ایمان لے آتا اور فاجر شخص بھی یقین لے آتا ہے۔ میں نے تم لوگوں پر عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خلیفہ مقرر کیا ہے اور میں نے تم لوگوں کی بھلائی اور بہترین میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ پس اگر عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عدل و انصاف سے کام لیا تو یہ میری ان کے ساتھ واقفیت تھی اور اگر برائی کی تو مجھے غیب کا علم نہیں ہے میں نے تو تمہارے لئے نیکی اور بھلائی کا قصد کیا ہے ہر شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے بُرے اعمال کا جواب دہ ہو گا۔ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (جنہوں نے ظلم کیا، عنقریب دیکھ لیں گے کہ کس پہلو پر پھیرے جاتے ہیں)۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(تاریخ الخلفاء، تاریخ اسلام)

بعض روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت لکھوانا شروع کی اور ابھی ابتدائی الفاظ ہی لکھے گئے تھے کہ "میں تم لوگوں پر خلیفہ مقرر کرتا ہوں" تو آپ پر غشی طاری ہو گئی چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کی منشاء کا علم تھا اس لئے انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اپنی طرف سے لکھ دیا۔ جب تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جو کچھ میں نے لکھوایا ہے اسے پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے پڑھ کر سنایا تو اللہ اکبر کہتے ہوئے فرمایا، اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ تم نے میرے دل کی بات لکھ دی۔ چنانچہ جب وصیت نامہ مکمل ہو گیا تو آپ نے حکم دیا کہ لوگوں کو پڑھ کر سنا دیا جائے پھر اسی شدتِ مرض کی حالت میں باہر تشریف لائے اور مسلمانوں کے مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"میں نے اپنے کسی عزیز رشتہ دار کو خلیفہ نہیں بنایا اور میں نے صرف اپنی ہی رائے سے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ نہیں بنایا بلکہ صاحب الرائے لوگوں سے مشورہ کر لینے کے بعد خلیفہ بنایا ہے اور اس کو منتخب کیا ہے جو تم لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔ پس کیا تم لوگ اس شخص کے خلیفہ ہونے پر رضامند ہو جس کا میں نے تمہارے لئے انتخاب کیا ہے۔"

تمام حاضرین نے آپ کی بات سن کر کہا کہ ہم آپ کی تجویز اور آپ کے انتخاب پر راضی ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم کو چاہئے کہ اس کے احکامات کی کامل اطاعت کرو۔ سب لوگوں نے اقرارِ اطاعت کیا اور کہا کہ ہم آپ سے عہد کرتے ہیں کہ ہر حال میں عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے۔ (طبقات ابن سعد، تاریخ اسلام)

مفید نصائح

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر مفید نصیحتیں کیں اور ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں نے تمہیں اپنا جانشین مقرر کیا ہے اور تم کو اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنا نائب بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ظاہر و باطن سے ڈرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ کے بعض حقوق ہیں جو رات سے متعلق ہیں ان کو وہ دن میں قبول نہیں فرمائیگا۔ اللہ تعالیٰ نوافل کو قبول نہیں فرماتا جب تک کہ فرائض ادا نہ کئے جائیں جن کے نیک اعمال قیامت میں وزنی ہوں گے وہی فلاح پائیں گے اور جن کے اعمال صالحہ کم ہوں گے وہ مصیبت میں مبتلا ہوں گے۔ فلاح و نجات کے رستے قرآن پاک پر عمل کرنے اور حق کی پیروی سے حاصل ہوتے ہیں۔ اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا تم کو معلوم نہیں کہ ترغیب و ترہیب اور انذار و بشارت کی آیات قرآن حکیم میں ساتھ ساتھ نازل ہوئی ہیں تاکہ مومن اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اس سے اپنی مغفرت طلب کرتا رہے۔ اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جب قرآن پاک میں اہلِ جہنم کا ذکر آئے تو دعا کرو کہ اے اللہ! تو مجھے ان میں شامل نہ کرنا اور جب اہلِ جنت کا ذکر آئے (یعنی ان آیات کی تلاوت کرتے وقت) یہ دعا کرو کہ اے اللہ! تو مجھے ان میں شامل فرما۔ اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جب تم میری ان نصیحتوں پر عمل کروگے تو موت سے زیادہ کوئی چیز تمہیں محبوب نہ ہوگی اور تم بڑی بے تابی سے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر اس کے انعامات سے بہرہ ور ہونے کی خواہش کا اظہار کروگے لیکن اگر ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دوگے تو موت سے زیادہ کوئی اور چیز تمہارے لئے خوف کا باعث نہ ہوگی اور یاد رکھو کہ اس طرح تم اللہ تعالیٰ کو ہرگز عاجز نہ کر سکو گے۔" (طبقات ابن سعد)

ترکہ کی وصیت

ان اُمور سے فراغت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ذاتی اور گھریلو معاملات کی طرف توجہ فرمائی آپ نے اپنی بیٹی اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک قطعہ زمین ہبہ فرمایا تھا۔ جس میں کھجور کے درخت لگے ہوئے تھے۔ وصال سے قبل آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:۔

"اے میری بیٹی! میں تم کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ آسودہ حال دیکھنا پسند کرتا تھا اور مجھے کسی طرح پسند نہیں کہ میرے بعد تم تنگدست ہو جاؤ میں نے تم کو جو قطعہ زمین دیا تھا اب تک تم نے اس سے نفع اُٹھایا اور وہ تمہارا تھا اور میرے انتقال کے بعد وہ متروکہ ہو جائے گا اور قرآن کے احکام وراثت کے مطابق تمہاری بہنوں اور بھائیوں پر تقسیم ہو گا۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صرف ایک بہن تھی۔ اس لئے بہت حیران ہوئیں کہ بہنوں کا کیا مطلب۔ چنانچہ والد محترم سے عرض کیا کہ میری بہن تو صرف ایک اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہی ہے اور تو کوئی بہن نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری سوتیلی والدہ حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حمل سے ہے اور ان کے بطن میں لڑکی ہے۔

(طبقات ابن سعد، تاریخ الخلفاء)

وظیفہ واپس کردیا

اس وصیت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المال کے قرض کی ادائیگی کیلئے وصیت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میرے پاس مسلمانوں کے مال میں سے ایک لونڈی اور دو اُونٹنیوں کے سوا کچھ نہیں ان چیزوں کو میں نے بحیثیت خلیفہ ہونے کے بیت المال سے لیا تھا۔ میرے انتقال کے بعد ان کو عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس بھیج دینا۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد یہ تمام چیزیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دی گئیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ عطاء بن صائب فرماتے ہیں کہ بیعت خلافت کے دوسرے روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو چادریں لئے ہوئے بازار کی طرف جا رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اب آپ یہ کام چھوڑ دیں آپ مسلمانوں کے امیر ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر میں اور میرے اہل و عیال کہاں سے کھائیں؟ چنانچہ اُمورِ خلافت کی ذمہ داریوں کو احسن طریقہ سے نبھانے کیلئے آپ نے مجبوراً تجارت کے پیشہ کو چھوڑ دیا اور بیت المال سے اپنے لئے اس قدر وظیفہ مقرر کرا لیا جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اہل و عیال کیلئے کافی ہوتا۔ اپنے وصال سے پہلے اپنے اہل و عیال کو وصیت فرمائی کہ میں نے خلافت کے زمانہ میں بیت المال سے جو کچھ لیا تھا، اسے واپس کر دیا جائے اور اس مقصد کیلئے میری فلاں زمین فروخت کر کے حاصل ہونے والی رقم بیت المال میں جمع کرا دی جائے۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق اسی طرح عمل کیا گیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیت المال میں جمع ہونے کیلئے یہ تمام چیزیں پہنچائی گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رحم فرمائے وہ چاہتے تھے کہ ان کے انتقال کے بعد ان پر اعتراض کرنے کا کسی شخص کو کوئی موقع نہ ملے۔" (طبقات ابن سعد، تاریخ اسلام)

کفن کے متعلق وصیت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ والد محترم نے وصال سے پہلے فرمایا، میرے بدن پر جو کپڑا ہے اس کو دھو کر دوسرے کپڑوں کے ساتھ کفن دینا۔ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یہ تو پرانا (اور استعمال شدہ ہے)۔ فرمایا مُردوں کی بہ نسبت زندہ نئے کپڑوں کے زیادہ حقدار ہیں میرے لئے یہی پرانے کپڑے کافی ہیں۔ (طبقات ابن سعد)

غسل کے متعلق وصیت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وصال سے پہلے اپنے غسل کے متلق یہ وصیت فرمائی کہ میرے وصال کے بعد میری زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا غسل دیں اور عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (غسل میں) ان کی معاونت کریں۔ (تاریخ الخلفاء، طبقات ابن سعد)

آخری لمحات

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ آپ پر نزع کا عالم طاری تھا اور میرے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ آج آپ کو شدید علالت لاحق ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو توفیق عطا فرمائے (یعنی اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے) یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ "سکرات موت کا آنا ضروری ہے یہ وہ وقت ہے جس سے تو خوف کھایا کرتا تھا"۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال کس دن ہوا تھا؟ میں نے عرض کیا پیر کے دن۔ ارشاد فرمایا مجھے اُمید ہے کہ میں آج رات ہی انتقال کروں گا۔ چنانچہ پیر اور منگل کی درمیانی شب آپ وصال فرما گئے۔ آپ کا وصال مبارک ایک روایت کے مطابق ۲۱ جمادی الآخر کو غروبِ آفتاب کے بعد ہوا۔ جبکہ دوسری روایت کے مطابق ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ کو بعد غروب آفتاب ہوا۔ وصال کے وقت عمر مبارک تریسٹھ برس کی تھی۔ (طبقات ابن سعد، تاریخ الخلفاء)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کے مطابق آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو غسل دیا اور آپ کے بیٹے حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے جسم پر پانی ڈالا۔ (ابی الدنیا)

نمازِ جنازہ اور جائے دفن

غسل اور کفن کے بعد آپ کو اسی چارپائی پر مسجدِ نبوی میں لے جایا گیا جس پر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر رکھ کر قبر انور میں اُتارا گیا تھا۔ مسجدِ نبوی میں آپ کا جنازہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اطہر اور منبر پاک کے درمیان رکھا گیا جہاں پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (طبقات ابن سعد)

ایک وروایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وصال مبارک سے قبل یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کو تیار کر کے حجرہ انور جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روضہ اطہر ہے کے سامنے رکھ کر عرض کرنا: "السلام علیک یارسول اللہ، یہ ابو بکر آپ کے دروازے پر حاضر ہے۔" پھر جیسا حکم ہو کرنا۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے جنازہ کو تیار کر کے حجرہ انور کے سامنے رکھ دیا گیا اور عرض کیا گیا یارسول للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ آپ کے یارِ غار ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دروازہ پر حاضر ہیں اور ان کی تمنا آپ کے حجرہ انور میں دفن ہونے کی ہے۔ یہ سن کر حجرہ اقدس کا دروازہ جو کہ پہلے بند تھا خود بخود کھل گیا اور آواز آئی:

ادخلوا الحبیب الی الحبیب فان الحبیب الی الحبیب مشتاق

یعنی حبیب کو حبیب سے ملادو کیونکہ حبیب کو حبیب سے ملنے کا اشتیاق ہے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اطہر سے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن کی اجازت عطا ہوئی تو جنازہ کو اندر لے جایا گیا اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شانہ مبارک کے قریب آپ کو دفن کر دیا گیا۔ (سیرۃ الصالحین)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کے مطابق سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں آپ کی قبر تیار کی گئی۔ حضرت عثمان غنی، حضرت طلحہ، حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قبر میں اُتارا اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شانہ اقدس کے متوازی آپ کا سر رکھا گیا۔ (طبقات ابن سعد)

آپ کا وصال مبارک غروبِ آفتاب کے بعد ہوا تھا اور آپ کو اسی رات دفن کر دیا گیا۔ (تاریخ اسلام)

مدتِ خلافت

روایات میں آتا ہے کہ آپ نے سوا دو سال خلافت کی۔ (تاریخ اسلام)

ایک روایت کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو برس سات ماہ خلافت کے منصب پر فائز رہے۔ (تاریخ الخلفاء)

سوگواری کی کیفیت

خلیفہ اوّل امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال سے مدینہ طیبہ میں سوگواری کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ سارا شہر تھرا اُٹھا اور بالکل وہی فضا قائم ہو گئی جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت دیکھنے میں آئی تھی، ہر صاحبِ ایمان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت قابل دیدنی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے اور روتے ہوئے آپ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے:۔

"اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اللہ تم پر رحم فرمائے، واللہ تم تمام اُمت میں سب سے پہلے ایمان لائے اور ایمان کو اپنا خلق بنایا تم سب سے زیادہ صاحب ایقان، سب سے زیادہ غنی اور سب سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت و نگہداشت کرتے۔ سب سے زیادہ اسلام کے حامی اور مخلوق کے خیر خواہ تھے۔ تم خلق فضل ہدایت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قریب تر تھے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزاء دے تم نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کی جب دوسروں نے تکذیب کی اور اس وقت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غم خواری کی جب دوسروں نے بخل کیا، جب لوگ نصرت وحمایت سے رُکے ہوئے تھے تم نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کی۔ اللہ نے تم کو اپنی کتاب میں صدیق کہا۔ (وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖ) تم اسلام کی پشت وپناہ اور کافروں کے بھگانے والے تھے۔"

نہ تمہاری حجت بے راہ ہوئی اور نہ تمہاری بصیرت ناتواں ہوئی، تمہارے نفس نے کبھی بزدلی نہیں دکھائی۔ تم پہاڑ کی مانند مستقل مزاج تھے۔ تند ہوائیں نہ تم کو اکھاڑ سکیں نہ ہلا سکیں۔ تمہارے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضعیف البدن، قوی الایمان، منکسر المزاج، اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ، زمین پر بزرگ، مومنوں میں بڑے ہیں نہ تمہارے سامنے کسی کو طمع ہو سکتی تھی، نہ خواہش، کمزور تمہارے نزدیک قوی اور قوی کمزور تھا۔ یہاں تک کہ کمزور کا حق دلا دو اور طاقتور سے حق لے لو۔ (تاریخ اسلام)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلمات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا صدمہ بہت زیادہ تھا کوئی بھی بات کرنے کی ہمت نہ ہو رہی تھی صرف اسی قدر فرمایا:۔

"اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تم نے اپنے بعد قوم کو بڑی مصیبت اور مشکل میں ڈال دیا ہے۔ تمہارے غبار کو بھی پہنچنا بہت مشکل ہے۔ میں تمہاری برابری کہاں کر سکتا ہوں۔" (تاریخ اسلام)

حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کے وصال کے وقت آپ کے والد محترم حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیات تھے۔ چنانچہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر لوگوں کو روتے ہوئے سنا تو دریافت فرمایا کہ کیا واقعہ ہو گیا؟ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا کہ آپ کے بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے۔ سن کر فرمایا "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔

اس کے بعد خاموشی اختیار کر لی۔ دل پر اس واقعہ کا سخت صدمہ ہوا تھا۔ اور غمگین رہنے لگے پھر جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترکے میں ان کا حصہ ان کو دیا گیا تو یہ کہتے ہوئے اپنے پوتے کو واپس کر دیا کہ "ابو بکر کے بیٹے اس کے زیادہ حقدار ہیں"۔

حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیارے بیٹے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد چھ ماہ چھ دن تک زندہ رہے اور ماہ محرم ۱۴ھ کو ستانوے برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ (تاریخ الخلفاء)

فضائل و مناقب

بلاشبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و مرتبہ بہت بلند ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں آپ کی شان و مرتبہ اور فضیلت کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور سلام کے بعد عرض کیا کہ میرے اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین کچھ ناراضگی ہوگئی ہے میں نے اس پر ان سے اظہارِ افسوس کیا اور معذرت چاہی مگر انہوں نے معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اب میں آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا، اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمادے گا۔ (حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چلے جانے کے بعد) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ندامت کا احساس ہوا اور وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر تشریف لے گئے لیکن وہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ان کو دیکھتے ہی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حال پر شفقت آئی۔ حضور پُر نور، رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رنجیدہ خاطر دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوزانو بیٹھ کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں ان سے دُگنا قصور وار ہوں۔ یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے تم میں مبعوث فرمایا تو تم نے مجھے جھٹلایا لیکن ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے میری تصدیق کی اور اپنی جان و مال سے میری مدد کی، کیا آج تم میرے ایسے دوست کو چھوڑ رہے ہو۔ یہ جملہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد ایسی صورتحال پھر کبھی پیدا نہ ہوئی۔

ابن عدی نے اسی مضمون کی حدیث کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بیان کیا ہے لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ "تم مجھے میرے دوست کے بارے میں دُکھ نہ پہنچاؤ جس وقت اللہ تعالیٰ مجھے دین حق کے ساتھ تمہاری ہدایت کیلئے مبعوث فرما چکا تھا تو تم نے (اس وقت) میری تکذیب کی، لیکن ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے میری تصدیق کی، اگر پروردگارِ عالم نے ان کو میرے صاحب سے موسوم نہ فرمایا ہوتا تو ان کو میں اپنا دوست بنالیتا مگر وہ اب بھی میرے دینی بھائی ہیں۔

جنت کی بشارت

بزار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیثِ پاک نقل فرمائی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کہ آج تم میں سے کون روزہ دار ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرا آج روزہ نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے آج روزے کی نیت کی تھی اور میں آج روزہ سے ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آج تم میں سے کس نے کسی مریض کی عیادت کی تھی؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں تو آج گھر سے کہیں نہیں نکلا ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، مجھے معلوم ہوا تھا کہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہیں چنانچہ میں مسجد میں آتے ہوئے ان کی عیادت کر آیا ہوں۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے آج کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ابھی تو ہم نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اور ابھی تک تو کہیں نہیں گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! صبح جب میں مسجد کو آرہا تھا تو عبد الرحمٰن کے ہاتھ میں جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ اتنے میں ایک فقیر نے سوال کیا میں نے وہ ٹکڑا لے کر اس کو دے دیا۔ یہ سن کر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم کو جنت کی بشارت ہو۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص کسی چیز کا جوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا وہ جنت کے دروازوں سے اس طرح پکارا جائے گا: "اے اللہ کے بندے! اس دروازے سے داخل ہو یہ دروازہ اچھا ہے"۔ اس طرح جو شخص نمازی ہے وہ نماز کے دروازے سے اور جو مجاہد ہے وہ اہلِ جہاد کے دروازے سے اور صاحبِ صدقہ صدقہ کے دروازے سے، روزہ دار روزے کے دروازے سے جس کا نام ریان ہے پکارا جائے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، کیا اچھا مقدر ہے، اس شخص کا جو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے۔ پھر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا کوئی ایسا شخص بھی ہو گا جو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا؟ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم ایسے ہی لوگوں میں سے ہو گے۔

دینی بھائی

ابو داؤد اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسانوں میں سب سے زیادہ میرے ساتھ جس نے دوستی اور مال کے ساتھ تعاون کیا وہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو دوست بناتا تو ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دوست بناتا وہ میرے دینی بھائی ہیں۔

عظیم احسانات

ترمذی شریف کی حدیثِ پاک ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے ہر ایک انسان کا احسان اُتار دیا سوائے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے احسان کے، ان کا احسان میرے ذمہ باقی ہے ان کا احسان اتنا عظیم ہے کہ اس کا عوض قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی ان کو عطا فرمائے گا۔ مجھے کسی کے مال سے اتنا نفع نہیں پہنچا جتنا ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مال سے پہنچا۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مجھ پر ایسے عظیم احسانات ہیں کہ اور کسی کے نہیں ہیں، انہوں نے اپنی جان اور مال سے میری مدد کی اور اپنی بیٹی بھی میرے عقد میں دے دی۔

نیکیوں کی تعداد

مشکوٰۃ شریف کی حدیثِ پاک ہے کہ ایک رات جبکہ آسمان صاف تھا اور ستارے چمک رہے تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جس قدر آسمان کے ستارے ہیں اتنی کسی شخص کی نیکیاں بھی ہیں؟ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ کس کی ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی)۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خیال تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیں گے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے والد کی نیکیاں کدھر گئیں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی یہ سب نیکیاں ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہیں۔

بزرگ ترین شخصیت

ایک حدیثِ پاک میں حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میرے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین کچھ بات بڑھ گئی اور انہوں نے مجھے نامناسب الفاظ کہہ دیئے مگر پھر وہ ان الفاظ پر شرمندہ ہوئے اور مجھ سے کہا، اے ربیعہ! تم بھی مجھے ویسے ہی نامناسب الفاظ کہہ دو کہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں نہیں وہ الفاظ تمہیں کہنا پڑیں گے۔ اور اگر تم نہیں کہو گے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے ناگواری کا اظہار فرمائیں گے۔ میں نے کہا اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں ہرگز نہیں کہوں گا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد بنی اسلم کے کچھ لوگ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہنے لگے، اللہ تعالیٰ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رحم فرمائے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے کیوں خفا ہوں گے کیونکہ انہوں نے ہی ایسے الفاظ کہے ہیں۔ میں نے کہا، کیا تم ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شان سے آگاہ نہیں ہو۔ یہی ثانی اثنین ہیں (یعنی آیت ثانی اثنین انہی کے بارے میں نازل ہوئی) وہ مسلمانوں میں بزرگ اور بڑے ہیں تم اپنی فکر کرو کہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ تم میری حمایت کر رہے ہو اس سے ان کو ضرور ناگواری ہوگی اور پھر جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائیں گے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصے کی حالت میں دیکھیں گے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی غصہ فرمائیں گے اور ان دونوں کے غصہ سے اللہ تعالیٰ بھی خفا ہو گا اور اس طرح ربیعہ ہلاک ہو جائے گا۔ بہر حال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے گئے اور میں بھی ان کے ساتھ ہی چل پڑا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا واقعہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان فرمایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری طرف توجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، اے ربیعہ! تمہارے اور ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مابین کیا تنازعہ ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! بات یہ ہے کہ انہوں نے مجھ سے ایسے ایسے الفاظ کہے جو مجھے ناگوار گزرے اور پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم بھی مجھے ایسے ہی الفاظ کہہ لو تا کہ بدلہ اتر جائے مگر میں نے انکار کر دیا۔ یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کو وہ کلمات نہ کہنا بلکہ یہ کہو کہ اے ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔

اچھی عادت

ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سلیمان بن یسار سے مروی روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پسندیدہ عادات تین سو ساٹھ ہیں جب اللہ تعالیٰ بندے کیلئے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس میں ان میں سے کوئی عادت پیدا فرمادیتا ہے، جس کے باعث اسے جنت عطا کردی جاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ان میں سے کوئی عادت مجھ میں بھی موجود ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں وہ تمام عادات پائی جاتی ہیں۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث مبارکہ کو دوسرے الفاظ میں اس طرح سے بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اچھی عادات تین سو ساٹھ ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ان میں سے کوئی (نیک خصلت) مجھ میں بھی موجود ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہیں مبارک ہو کہ وہ تمام خصلتیں تم میں موجود ہیں۔

نورانی دروازہ

ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت مقدام سے روایت بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین کچھ خفگی پیدا ہوگئی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھ سے کام لیا چونکہ حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرابتدار تھے اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کچھ نہ کہا اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر تمام واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضرین میں کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا، لوگو! تم میرے دوست کو میرے لئے چھوڑدو! تمہاری حیثیت کیا ہے اور ان کی حیثیت کیا ہے (تمہیں اس کا اندازہ نہیں بخدا تم سب لوگوں کے دروازوں پر اندھیرا ہے مگر ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا دروازہ نورانی ہے۔ بخدا تم نے مجھے جھٹلایا اور ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے میری تصدیق کی۔ اسلام کیلئے مال خرچ کرنے میں تم نے بخل سے کام لیا اور ابو بکر نے مال خرچ کیا۔ تم نے مجھے بدنام کیا مگر ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے میری دلداری کی اور آرام پہنچایا۔

دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مہاجرین وانصار کی مجلس میں تشریف لے جاتے اور وہاں پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود ہوتے پوری مجلس میں کوئی شخص (ادب واحترام کی وجہ سے) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے مبارک پر نظر جما کر نہیں دیکھ سکتا تھا، سوائے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہ حضرات روئے مبارک کا مشاہدہ کرتے اور تبسم فرماتے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ان کی طرف دیکھتے اور تبسم فرماتے۔

دوستی کا شرف

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دن حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز تھے اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کرنے کے بعد فرمایا، اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ آپس میں اختلاف کرتے ہو اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق چہ میگوئیاں کرتے ہو تم نہیں جانتے کہ میری دوستی میرے اہل بیت کی دوستی، میرے صحابہ کرام کی دوستی قیامت تک میری اُمت پر فرض ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں یہاں ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے قریب آؤ۔ آپ نزدیک آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے گلے لگا لیا آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمانِ مبارک سے فرطِ محبت سے آنسو ٹپک رہے تھے پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر اٹھایا اور فرمایا مسلمانو! یہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں یہ انصار ومہاجرین کے امام ہیں یہی وجہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں دنیا میں انہیں اپنا باپ بناؤں اور آخرت میں اپنا رفیق بناؤں۔ یہ میرے دوست ہیں انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب مجھے سارا مکہ جھٹلا رہا تھا مجھے اس شخص نے اس وقت جگہ دی جب سب نے نکال دیا، اس وقت میری مدد کی جب سب مجھے تنگ کرتے تھے، اس نے مجھے مال دیا میری امداد کی مجھے اپنی بیٹی دی۔ اپنے مال سے میرے لئے تمام ضروریات کی اشیاء خریدیں اس کے دشمنوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، میں صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دشمنوں سے بیزار ہوں، میرا اللہ ان سے بیزار ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول اس سے بیزار ہوں تو وہ جناب ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیزار ہو جو لوگ اس مجلس میں حاضر ہیں وہ ان لوگوں تک میرا یہ پیغام پہنچا دیں جو یہاں حاضر نہیں ہیں۔ پھر فرمایا اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم یہاں بیٹھ جاؤ یہ جتنی باتیں میں نے کہی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے کہنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تصدیق

ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے مدرسہ میں تشریف لے گئے جو یہودیوں کا تھا اس مدرسہ میں اس دن یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم فخاص بھی آیا ہوا تھا اور اس کی آمد کی وجہ سے وہاں پر بہت سے یہودی جمع تھے۔ وہاں پہنچ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فخاص سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے فخاص! اللہ تعالیٰ سے ڈر اور مسلمان ہو جا اللہ کی قسم! محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے سچے رسول ہیں جو حق لے کر آئے ہیں اور تم لوگ ان کی تعریف تورات اور انجیل میں پڑھتے ہو۔ لہٰذا تم اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جاؤ اور سچے رسول کی تصدیق کرو، نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو تاکہ تم جنت کے حقدار بنو۔ فخاص کہنے لگا، اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا ہمارا پروردگار ہم سے قرض مانگتا ہے؟ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ ہم غنی ہیں اور اللہ فقیر ہے۔ فخاص کی یہ بات سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑا غصہ آیا اور فخاص کے منہ پر ایک تھپڑ مارتے ہوئے فرمایا، اللہ کی قسم! اگر ہمارے اور تمہارے مابین معاہدہ نہ ہوتا تو میں اسی وقت تیری گردن الگ کر دیتا۔ فخاص تھپڑ کھانے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا تو آپ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس نے یوں کہا تھا کہ ہم غنی ہیں اور اللہ فقیر ہے۔ اس بات پر مجھے غصہ آگیا تھا۔ فخاص اس بات سے انکاری ہو گیا اور کہنے لگا میں نے تو ہرگز ایسا نہیں کہا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق میں اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ (پ۴۔ سورہ آل عمران:۱۸۱)

اللہ نے ان لوگوں کا یہ قول سنا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔

چنانچہ اس آیت مبارکہ کے نزول سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچائی کی اللہ تعالیٰ نے تصدیق فرمادی۔

(تفسیر روح البیان)

بلند مرتبہ کا حصول

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلند مرتبہ کی بابت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کن باتوں کی وجہ سے اس قدر بلند مرتبہ پر پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پانچ باتوں کی وجہ سے۔

- ایک یہ کہ میں نے لوگوں کو دو طرح کا پایا، ایک وہ جو دنیا کی طلب میں پھرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو آخرت کی طلب میں کوشاں ہیں۔ میں نے مولیٰ کی طلب میں کوشش کی ہے۔
- دوم یہ کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے کبھی پیٹ بھر کر دنیا کا کھانا نہیں کھایا، کیونکہ عرفانِ حق کی لذت نے مجھے اس دنیا کے کھانے سے بے نیاز کر دیا ہے۔
- سوم یہ کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے کبھی سیر ہو کر پانی نہیں پیا کیونکہ محبتِ باری تعالیٰ کے پانی سے سیر اب ہو چکا ہوں۔
- چہارم یہ کہ مجھے جب بھی دنیا و آخرت کے دو کام پیش آئے تو میں نے اُخروی کام کو مقدم کیا اور دنیاوی کام کی کچھ پرواہ کئے بغیر اُخروی کام کو اختیار کیا۔
- پنجم یہ کہ میں حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا اور میری یہ صحبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی ہی اچھی رہی۔ (نزہۃ المجالس)

جنت کی نعمت کا ملنا

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک پرندہ ہو گا جو بختی اونٹ کے برابر ہو گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا وہ چرنے والا جانور ہو گا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پرند چرند والا جانور ہے اور تم اس کا گوشت کھاؤ گے۔ (بیہقی)

ایثار

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جان اور مال سے دینِ اسلام کی جو خدمت کی اور ایثار و قربانی کی جو مثال قائم کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو حکم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ مال صدقہ کریں۔ اس پر میں نے اپنے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ میں آج حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں دوں گا۔ چنانچہ میں اپنا آدھا مال لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اپنے اہل و عیال کیلئے کتنا مال چھوڑا؟ میں نے عرض کیا کہ ان کیلئے نصف مال چھوڑ آیا ہوں۔ اسی اثناء میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا (تمام) مال لیکر حاضر ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم نے اپنے اہل و عیال کیلئے کیا چھوڑا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کیلئے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے۔ اس وقت میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ میں کسی بات میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

نسب دانی میں خصوصی مہارت

علم الانساب اس علم کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ سے قبائل اور خاندان کے کسی تعلقات کے بارے میں پتا چلتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے بالعموم اور قریش کے بالخصوص بہت بڑے نساب تھے۔ حتیٰ کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عرب کے بڑے نسابوں میں شمار ہوتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خوشہ چین تھے اور کہا کرتے تھے کہ میں نے علم نسب عرب کے سب سے بڑے نساب سے سیکھا ہے۔ علم الانساب جاہلیت اور اسلام دونوں میں نہایت اہم خیال کیا جاتا ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس علم کے سب سے بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت کو اپنے پاس بلایا اور ان سے فرمایا کہ تم قریش اور ابو سفیان کی ہجو کرتے ہو کیا تم جانتے نہیں کہ میں بھی قریشی ہوں اور ابو سفیان میرا ابن عم ہے۔ انہوں نے عرض کیا، اللہ کی قسم! میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان سے اس طرح علیحدہ کرلیتا ہوں جس طرح جَو خمیر سے الگ ہو جاتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جاؤ وہ نساب عرب میں سب سے زیادہ ماہر ہیں۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دن سے علم الانساب کی تعلیم کیلئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور پھر جب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کی ہجو کہنا شروع کی تو خود کفار بے اختیار کہہ اُٹھے کہ

ان هذه الشعر ماغاب عنه ابن ابی قحافة

ابن ابی قحافہ (یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان اشعار سے بے تعلق نہیں ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی علم الانساب کی بہت بڑی ماہر تھیں چنانچہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے کسی کو ایام عرب اور علم نسب کا ماہر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ نہیں دیکھا۔"

بلاشبہ یہ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربیت کا فیض تھا۔ (کتاب البیان، استیعاب)

فن خطابت

آپ فن خطابت میں بھی ملکہ رکھتے تھے۔ بہت سے نازک موقع پر آپ نے اپنے جوہر خطابت کی بدولت لوگوں کے دلوں کو حق کی طرف پھیر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ آپ پر خصوصی فضل و کرم تھا کہ آپ کا زورِ خطابت بہت خوب تھا۔ نہایت پُر اثر خطاب فرماتے تھے، خصوصاً حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جو تقاریر کیں ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔ بہت ہی پُر اثر تھیں۔ آپ کے فن خطابت کے حوالے سے ذیل میں آپ کی تقریر کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو الفاظ کی ادائیگی خوبی کے ساتھ کرنے پر کس قدر ملکہ حاصل تھا، چنانچہ خطبہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اے اللہ کے بندو! ان لوگوں سے عبرت پکڑو جو تم میں سے مر گئے ہیں اور ان لوگوں کے بارے میں فکر کرو جو تم سے پہلے تھے کہ وہ کل کہاں تھے؟ اور آج کہاں ہیں؟ سرکش لوگ کہاں چلے گئے؟ وہ لوگ کہاں چلے گئے جن کیلئے جنگ کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور انہیں لڑائیوں کے مقامات پر غلبہ ہوتا تھا۔ زمانہ نے انہیں ذلیل کر دیا اور وہ بوسیدہ ہڈی ہو گئے اور ان کے بارے میں یہ تذکرے رہ گئے خبیث چیزیں خبیثوں کیلئے ہیں اور خبیث خبیث چیزوں کیلئے۔ کہاں گئے وہ بادشاہ جنہوں نے ساری زمین چھان ماری اور اسے آباد کیا۔ بے شک وہ بہت دور چلے گئے اور ان کا تذکرہ بھلا دیا گیا اور وہ لاشے جیسے ہو گئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان پر انجام بد کو باقی رکھا اور ان سے خواہشات کٹ گئیں۔ وہ چلے گئے اور ان کے ساتھ ان کا عمل گیا اور ان کی دنیا غیر کی دنیا ہو گئی اور ہم ان کے بعد میں آنے والے باقی ہیں اگر ہم نے ان سے عبرت پکڑی، ہم نجات پائیں گے اور اگر ہم دھوکہ میں پڑ گئے تو ہم بھی انہی جیسے ہو جائینگے۔ آج وہ اچھی خوبصورت شکلیں کہاں گئیں؟ جو اپنی جوانی پر تعجب کرتے تھے۔ وہ خود مٹی ہو گئے اور وہ زیادتیاں جو انہوں نے کی تھیں وہ ان کیلئے باعثِ حسرت ہو گئیں۔ وہ لوگ کہاں چلے گئے جنہوں نے شہروں کی تعمیر کی اور چار دیواری کے ذریعے اس کی احاطہ بندی کی اور شہروں میں عجائبات کی چیزیں پیدا کیں۔ یہ سب باتیں وہ اپنے بعد والوں کیلئے چھوڑ گئے یہ ان کی آبادیاں ہیں جو گری پڑی ہیں اور وہ قبر کی تاریکیوں میں ہیں کیا تم ان میں سے کسی کا احساس کرتے ہو یا ان کی معمولی آواز سنتے ہو؟ کہاں چلے گئے وہ تمہارے بیٹے اور بھائی جن کو تم پہچانتے تھے ان کی عمریں ختم ہو گئیں وہ اس گھاٹ پر اتر آئے جس کو پہلے سے تیار کر رکھا تھا۔ اس میں سما گئے اور ٹھہر گئے مرنے کے بعد یا مقام سعادت میں یا مقام شقاوت میں۔ (تاریخ طبری)

علم و فضل

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے زیادہ عالم اور ذکی تھے۔ جب کسی مسئلے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اختلاف رائے ہوتا تو وہ مسئلہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو آپ اس پر جو حکم لگاتے وہ عین ثواب ہوتا۔ قرآن پاک کا علم آپ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ تھا اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو نماز میں امام بنایا۔ سنتِ مطہرہ کا علم بھی آپ کو کامل تھا۔ آپ کا حافظہ بھی قوی تھا آپ نہایت ذکی الطبع تھے آپ کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبتِ کاملہ کا فیض ابتدائے بعثت سے وصال مبارک تک حاصل رہا۔ (تاریخ اسلام)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ایک روایت میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو لوگوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہاں دفن کئے جائیں گے؟ ہم نے کسی کے پاس اس کا علم نہیں پایا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور سے سنا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "کوئی ایسا نہیں کہ جس کو کسی جگہ وصال دیا گیا ہو مگر وہ اپنے وصال کے مقام پر جہاں پر کہ وصال دیا گیا ہے دفن کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مزید فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میراث کے بارے میں اختلاف کیا تو کسی کے پاس اس کا علم نہیں پایا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ہم انبیاء کرام کی جماعت ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ (ابن عساکر۔ کذافی المنتخب الکنز)

زمانہ خلافت میں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی معاملہ پیش آتا تو آپ قرآن حکیم میں اس مسئلہ کو تلاش فرماتے۔ اگر قرآن حکیم میں نہ ملتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول و فعل کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر ایسا قول و فعل کوئی بھی معلوم نہ ہوتا تو باہر نکل کر لوگوں سے دریافت فرماتے کہ تم میں سے کسی نے کوئی حدیث اس معاملہ کے متعلق سنی ہے؟ اگر کوئی صحابی ایسی حدیث بیان نہ فرماتے تو آپ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرماتے اور پھر کثرتِ رائے کے موافق فیصلہ صادر فرماتے۔

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ اس چیز سے ڈرنے والا نہ تھا جس کو وہ نہیں جانتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کوئی بھی اس چیز سے ڈرنے والا نہ تھا جس کو وہ نہیں جانتے تھے اور بے شک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک قضیہ پیش آیا۔ اللہ کی کتاب میں اس کیلئے کوئی اصل نہ پائی اور نہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کوئی اثر تو فرمایا میں اپنے رائے کے ساتھ اجتہاد کروں گا۔ پس اگر درست ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اگر خطا ہوئی تو میری طرف سے ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ (ابن سعد۔ ابن عبد البر فی العلم، کذافی الکنز)

بارگاہِ رسالت میں مقام

بارگاہِ رسالت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام بہت معتبر تھا۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طبیعت عالیہ میں اگر کسی وجہ سے جلال پیدا ہو جاتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضب ناک ہو جاتے تو آپ ہی کی وساطت سے صحابہ کرام عفو ودرگزر کی درخواست کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو جہل بن ہشام کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا تو بنو ہشام بن مغیرہ نے اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت مانگی لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اجازت نہ دی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضب ناک ہو کر بیتِ اطہر سے نکلے یہاں تک کہ منبر پاک پر چڑھے اور لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا، بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ کر دیں۔ میں نے ان کو اجازت نہیں دی میں کبھی ان کو اجازت نہیں دوں گا۔ مگر یہ کہ ابن ابی طالب اس بات کا ارادہ کرے کہ میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ میری بیٹی تو میرے وجود کا ٹکڑا ہے مجھ کو وہ بات خلجان میں ڈالتی ہے جو اسے خلجان میں ڈالتی ہے اور مجھے وہ بات ایذا دیتی ہے جو ایسے ایذا دیتی ہے اور اللہ کے نبی کی بیٹی اللہ کے دشمن کی بیٹی کے ساتھ ہر گز جمع نہ ہو گی میں ڈرتا ہوں کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے دین کے بارے میں فتنے میں نہ ڈالی جائے میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں مگر اللہ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک گھر میں کبھی بھی جمع نہ ہوں گی۔

پھر جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو چہرہ اطہر پر برہمی کے نمایاں آثار دیکھ کر باہر چلے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیکر حاضرِ خدمت ہوئے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو چہرہ انور پر بشاشت کے اثرات ظاہر ہو گئے اور برہمی کے آثار جاتے رہے۔ (بخاری شریف، ابوداؤد، واضح)

تعبیر رؤیا میں مہارت

علم تعبیر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑا ملکہ رکھتے تھے علمِ تعبیر میں آپ کو سب سے زیادہ فوقیت حاصل تھی یہاں تک کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آپ خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے تھے۔ امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بڑے معبر ہیں۔

(طبقات ابن سعد)

عربی و عجمی

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس علم میں مہارت سے آگاہ تھے اس لئے کبھی کبھی اپنا خواب یا رؤیا بیان کرتے ہوئے آپ کو اس کی تعبیر کرنے کا حکم فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں سیاہ بھیڑوں کے پیچھے جا رہا ہوں پھر سفید بھیڑوں کے پیچھے چلنے لگا اور سیاہ بھیڑیں اوجھل ہو گئیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! سیاہ بھیڑیں اہل عرب ہیں جو پہلے آپ کے متبع ہوں گے پھر نہایت کثرت کے ساتھ عجمی ہیں جو سفید بھیڑوں کے رنگ میں ظاہر کئے گئے۔ اسلام قبول کر کے ان میں شامل ہو جائیں گے (عجمی مسلمانوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو گی کہ عربی مسلمان اس میں دکھائی نہ دیں گے)۔ اس تعبیر کو سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درست ہے۔ یہی تعبیر فرشتۂ آسمان نے بھی کی ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

تین چاند

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک سے کچھ پہلے میں نے خواب دیکھا کہ میرے گھر میں تین چاند اترے ہیں۔ میں نے اپنا یہ خواب والد محترم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ آپ سب سے بہتر تعبیر کرنے والے تھے۔ آپ نے تعبیر فرمائی کہ تمہارا خواب سچا ہے تمہارے گھر میں مخلوق سے دنیا کے تین بہترین افراد دفن ہوں گے۔ چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور ان کے حجرہ میں مدفون ہوئے تو فرمایا، عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! یہ تمہارے حجرہ کا پہلا اور سب سے بہتر چاند ہے۔ (موطا امام مالک۔ تاریخ الخلفاء)

راہِ ہدایت

ایک مرتبہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول اسلام سے پہلے خواب دیکھا کہ وہ دہکتی ہوئی آگ کے کنارے پر کھڑے ہیں اور ان کے والد ان کو اس آگ میں دھکا دے رہے ہیں اسی اثناء میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور ان کو کمر سے پکڑ کر کھینچ لیتے ہیں۔ اس خواب کو سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خالد! اس کے ذریعہ سے تمہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت کی گئی ہے تمہارا والد تمہیں کفر پر مجبور کرتا لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع تمہاری نجات کا باعث ہوگی۔ (مستدرک حاکم)

سچی تعبیر

ایک شخص نے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میں خون میں پیشاب کررہا ہوں۔ آپ نے اس خواب کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنی بیوی سے حیض کی حالت میں صحبت کرتے ہو۔ لہٰذا اس گناہ سے توبہ کرو اور آئندہ ہرگز کبھی بھی ایسا نہ کرنا۔ وہ شخص اپنے اس چھپے ہوئے گناہ پر نادم وشرمندہ ہوکر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تائب ہوگیا۔ (تاریخ الخلفاء)

شعر و سخن سے آگاہی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ شعر و سخن کے بڑے اداشناس تھے۔ اور خود شعر بھی کہتے تھے مگر اسلام کے بعد صرف ان اشعار سے دلچسپی رہ گئی تھی جس میں پروردگارِ عالم کی عظمت و جلالت کا ذکر ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک غزوہ میں ایک مستقل قصیدہ تحریر فرمایا جس کے چند اشعار حسبِ ذیل ہیں:۔

امن طیف سلمی بالبطاح الدمائث

ارقت وامر فی العشیرۃ حادث

تری من لوی فرقۃ لا یصدھا

عن الکفر تذکیر ولا بعث باعث

رسول اتاھم صادق فتکذبوا

علیہ وقالوا لست فینا بماکث

اذا ما دعوناھم الی الحق ادبروا

وھروا ھریر المحجرات اللوائث

"تم وادی میں سلمٰی کے خیال سے جاگتے رہے یا کوئی واقعہ قبیلہ میں پیش آیا تم قبیلہ لوی کے ایک گروہ کو دیکھتے ہو کہ اس کو کفر سے نہ وعظ و پند روک سکتی نہ نبوت و بعثت ان کے پاس ایک سچا پیغمبر آیا جس کو ان لوگوں نے جھٹلایا اور کہا کہ تم ہم میں ٹھہرنے والے نہیں ہو جب ہم نے ان کو دعوتِ حق دی تو ان لوگوں نے پشت پھیر لی اور کتے کی طرح بھونکنے لگے۔"

اسی طرح آپ کے شعری ذوق کے ضمن میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ لبید نے یہ مصرعہ پڑھا:

الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل

اللہ کے سوا تمام چیزیں باطل ہیں۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا، مگر جب لبید نے دوسرا مصرعہ پڑھا:۔

و کل نعیم لا محالۃ زائل

اور یقیناً ہر نعمت زائل ہو جائے گی۔

اس مصرعہ کو سن کر آپ نے ارشاد فرمایا یہ غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایسی بہت سی نعمتیں ہیں جو زائل نہ ہوں گی۔

(تاریخ الخلفاء)

تصوف میں بلند مرتبہ

تصوف میں صوفیاء کرام کی سب سے بڑی سند حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، بلاشبہ صوفی ہونے کی شان صفا تو صرف آپ ہی کا خاصہ تھا اس لئے کہ صفا حقیقی کیلئے ایک اصل اور ایک فرع ہے اصل تو دل کا ماسوا اللہ تعالیٰ سے منقطع ہونا ہے اور فرع دل کا دنیا کی محبت سے خالی کر دینا۔ اور یہ دونوں صفات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھیں اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی وہ ہستی ہے جسے امام اہل طریقت اور مقتداء اہل تصوف کہا جائے یہی وہ پاک باطن تھے کہ جن کا قلب اغیار سے اس قدر صاف تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی آپ کی ہستی کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ کرام آپ کو پیشوا اہل مشاہدہ مانتے ہیں جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی سخت گیری کے باعث پیشواء مجاہدین مانتے ہیں۔

احادیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت نماز میں قرآن حکیم آہستہ آواز میں تلاوت فرماتے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھتے تو قرآن حکیم بلند آواز سے پڑھتے۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ آہستہ آواز میں تلاوت کیوں کرتے ہیں؟ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس لئے آہستہ پڑھتا ہوں کہ "میں جانتا ہوں کہ جس کی مناجات کر رہا ہوں وہ مجھ سے غائب نہیں" اور اس کی سماعت ایسی ہے کہ اس کیلئے دور و نزدیک اور آہستہ پڑھنا یا بلند آواز سے پڑھنا برابر ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو عرض کیا کہ "میں سوتے ہوئے لوگوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں"۔

یہ شان مجاہدات کا مظاہرہ تھا اور وہ شان مشاہدات کا اور یہ امر ظاہر ہے کہ مشاہدہ کے اندر مجاہدہ اس طرح ہے جیسے قطرہ دریا کے اندر اور یہی وجہ تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

هل انت الا حسنة من حسنات ابی ابکر

عمر! تم ابو بکر کی بھلائیوں میں سے ایک حصہ میں ہو۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی جلیل القدر ہستی جن سے عزت و وقار اسلام ترقی پر آیا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں ایک حصہ بھلائی کے مالک ہیں تو غور کیجئے کہ دنیا کے لوگ آپ کے مقابلہ میں کس درجہ پر ہوں گے۔ پھر باوجود اس شان کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

وارنا فانية واحوالنا عارية وانفاسنا معدودة و کسلنا موجودة

ہمارا گھر فانی ہے ہمارے حالات پرانے ہیں اور ہمارے سانس گنتی کے ہیں اور ہماری سستی بدستور موجود ہے۔

آپ اپنی دعاؤں میں فرماتے ہیں:۔

اللھم ابسط لی الدنیا و زھدنی فیھا

اے اللہ! میرے لئے دنیا وسیع فرمادے اور مجھے دنیا سے زاہد رکھ۔

یعنی جب مجھ پر دنیا وسیع ہو جائے تو مجھے اس کی آفات سے محفوظ رکھ۔ مقصد یہ ہے کہ یعنی پہلے مال عطا فرما تا کہ اس کا شکر ادا کروں پھر ایسی توفیق عطا فرما کہ تیرے لئے اس سے ہاتھ کھینچ لوں اور اس سے مستغنی ہو کر منہ پھیر لوں تا کہ مجھے شکر گزاری اور انفاق فی سبیل اللہ کا درجہ حاصل ہو جائے۔ اور درجہ صبر بھی اس قدر عطا فرما کہ فقر کی حالت میں مضطر نہ ہو جاؤں تا کہ میرا فقر اختیاری ہو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہستی مبارک وہ ہستی ہے کہ آپ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں آپ سے آگے بڑھ کر قدم اُٹھانا کسی کو روا نہیں اور اختیار فقر پر اضطراری فقر کو مقدم کرنا کسی طرح صحیح نہیں اور تمام مشائخ صوفیہ کرام اس مذہب پر ہیں اس کی دلیل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول و فرمان سے ہوتی ہے۔ جسے زہری نے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے خلافت کیلئے لوگوں سے بیعت لی تو آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"اللہ کی قسم! میں اس خلافت و امارت کا حریص نہیں ہوں اور نہ تھا اور کسی رات دن میں اس کی خواہش میرے دل میں نہیں ہوئی اور میری رغبت اس کی طرف نہیں اور نہ میں نے کبھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خفیہ و اعلانیہ اس کیلئے دعا کی اور مجھے اس میں کوئی راحت و خوشی نہیں۔"

بلاشبہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندہ صادق کو کمال صدق پر پہنچا دیتا ہے اور درجہ تمکین کے ساتھ معزز و ممتاز بنا دیتا ہے تو وہ کسی معاملہ کو اپنے اختیار میں نہیں رکھتا بلکہ منتظر ہوتا ہے کہ بارگاہِ الٰہی کی طرف سے کیا حکم صادر ہوتا ہے پھر اگر حکم وارد و صادر ہوتا ہے کہ فقیر بن کر رہ تو فقیری کو پسند کر لیتا ہے اور حکم آتا ہے کہ امارت پر متمکن ہو تو امیر بن جاتا ہے کسی معاملہ میں اسے اپنے اختیارات کا تصرف و اختیار نہیں ہوتا نہ وہ خود کسی معاملہ میں تصرف کرنا چاہتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ آپ نے ابتداء میں بھی تسلیم ہی اختیار فرمائی اور انتہا تک ہی اسی تسلیم و رضا کے محور پر رہے چنانچہ تسلیم و رضا کے مسئلہ پر جتنے بعد میں ہوئے سب کے سب آپ کو اپنا امام و پیشوا مانتے چلے آرہے ہیں اور آپ تمام ارباب تسلیم و رضا کے امام اور اہل طریقت کے پیشوا خاص ہیں۔ (کشف المحجوب)

حضرت واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اُمتِ محمدیہ میں سب سے پہلے تصوف کا بھید حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک نے اشارۃً فاش کیا۔ جس سے اہل فہم ودانش نے لطائف اخذ کئے۔ اور وہ بھید یہ تھا کہ جب آپ اپنی وہ تمام مملوکات سے دستبردار ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اہل وعیال کیلئے کیا چھوڑا؟ تو آپ نے پہلے اللہ کا نام لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا۔ اور حقائق تفرید میں اہلِ توحید کیلئے یہ ایک عظیم الشان اشارہ ہے اس کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور بھی شرائط سے اشارات ہیں جن سے مزید دیگر لطائف نکلتے ہیں جو اہلِ حقیقت اچھی طرح جانتے ہیں، چنانچہ اس ضمن میں علامہ ابو نصر اللہ ابن علی السراج الطوسی کتاب اللمع میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ اقدس میں اور بھی بہت سے معانی جمع ہو گئے تھے جن کے ساتھ اہل حقیقت اور ارباب قلوب نے تمسک کیا ہے لیکن اگر ہم ان سب کو بیان کریں تو کتاب میں طوالت پیدا ہو جائے گی۔“

مثلاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توکل کا یہ حال تھا کہ تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا اور فرمایا کہ اہل وعیال کیلئے میں نے صرف اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ دیا ہے۔ ورع و تقویٰ کی یہ حالت تھی کہ جب ایک مرتبہ اپنے غلام کے ہاتھ سے چیز کھائی اور یہ معلوم کر کے کہ وہ مشتبہ تھی تو حلق میں اُنگلی ڈال کر قے کر دی۔ حزم واحتیاط کی یہ کیفیت تھی کہ آپ اوّل شب میں وِتر ادا کرتے تھے کہ کہیں سو نہ جائیں اور حضرت عمر فاروق آخر شب میں ادا کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معلوم ہونے پر فرمایا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احتیاط کو پیش نظر رکھا اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قوت کو۔ آپ کو کف لسان کا اس قدر خیال تھا کہ ایک مرتبہ اپنی زبان پکڑ کر کھینچ رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاس سے گزرے اور آپ کو منع فرمایا تو آپ نے فرمایا، یہی وہ چیز ہے جس نے مجھے مصیبتوں میں گرفتار کر رکھا ہے۔ (ازالۃ الخفاء، کتاب اللمع)

دورِ خلافت کی نمایاں جھلکیاں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں تمام اُمورِ خلافت نہایت احسن طریقہ سے انجام دیئے۔ منصبِ خلافت پر فائز ہونے کے بعد اسلام کی سربلندی کیلئے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ خلافت کے دیگر معاملات کو کامیابی کے ساتھ نبھایا۔ آپ کے عہدِ خلافت کی چند نمایاں خصوصیات اور ملکی معاملات کے ضمن میں پیش آنے والی مشکلات اور ان کے حل کی چند جھلکیاں اور نظم و نسق کی خوبیاں ذیل میں پیش کی جارہی ہیں۔

عمال کی تقرری

ملکی معاملات کو احسن طریقے سے چلانے کیلئے صحیح عمال کی تقرری کرنا ضروری ہوتا ہے۔ آپ کے دورِ خلافت میں فتوحات کو وسعت ہوئی اور سلطنت پھیلنا شروع ہوئی تو آپ نے صیغہ مال کو صیغہ فوج سے علیحدہ کر دیا اور ہر ایک کیلئے الگ عمال مقرر فرمائے جو امیر الخراج اور امیر الثغور کے لقب سے ممتاز تھے ان میں سے ہر ایک کیلئے ایک ایک ضلع مخصوص کیا۔ عرب کو متعدد صوبوں اور ضلعوں پر تقسیم کرکے انتظامی اُمور متعین فرمائے۔ چنانچہ آپ کے دور میں مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، صنعاء، طائف، بحرین، دومۃ الجندل اور حضرموت الگ الگ صوبے تھے ہر صوبہ میں ایک عامل کی تعیناتی کی جاتی تھی اور عامل اپنے صوبے کے تمام معاملات کا نگران و منتظم ہوتا تھا۔ لیکن بیشتر محکموں کے الگ الگ عہدیدار دارالخلافہ میں مقرر کئے گئے تھے۔ مثال کے طور پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کی سپہ سالاری سے قبل افسر مال کے عہدہ پر تعینات تھے۔ حضرت عثمان و حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما دربارِ خلافت کے کاتب تھے۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قاضی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ (طبری)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمال کی تقرری کے ضمن میں مندرجہ ذیل اصولوں کا لحاظ رکھا۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں جو لوگ عامل مقرر کئے گئے تھے ان کو اپنے عہدہ پر قائم رکھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد جب متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اپنے عہدے چھوڑ کر چلے آئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ کیوں چلے آئے۔ عمال رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ ملکی خدمت کا مستحق کون ہوسکتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں مکہ مکرمہ پر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بحرین پر حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، طائف پر حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرموت پر حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صنعاء پر حضرت مہاجر بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعینات تھے۔ اس لئے آپ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو انہی صوبوں پر قائم رکھا۔ (تاریخ طبری)

عمال کی تقرری کے ضمن میں کوئی سفارش و رعایت پسند نہیں فرماتے تھے اور اس معاملہ میں رشتہ داری اور دوستی کا بھی لحاظ نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ جب شام کی امارت پر حضرت یزید بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ وہاں پر تمہاری رشتہ داریاں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ تم اپنی امارت سے ان کو فائدہ پہنچاؤ تمہاری نسبت مجھے یہی خوف ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مسلمانوں کا ولی ہو اور وہ رعایت کے طور پر ان پر بلا استحقاق کسی پر افسر مقرر کر دے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو گی۔ (مسند جلد اوّل)

اسی طرح چونکہ عمال کی نظم و نسق کے معاملے میں کامیابی کا زیادہ تر انحصار اس بات پر ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے ان کے رعب و ادب اور اقتدار کو برقرار رکھا جائے۔ اسی بناء پر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمال و امراء سے قصاص نہیں لیتے تھے بلکہ دیت دلواتے تھے۔ اس سلسلہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی قائم رکھا چنانچہ ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلطی سے بہت سے لوگوں کو قتل کروا دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معاملہ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قصاص لینے کیلئے کہا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں خاموش رہو۔ (تاریخ طبری)

اگر کسی کو حکومتی منصب پر تعینات فرماتے تو اس کو نہایت وضاحت کے ساتھ اس کے فرائض کے متعلق بتاتے تھے اور لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے اور تقویٰ سے کام لینے کی تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو قبیلہ قضاعہ پر محصل صدقہ بنا کر روانہ فرمایا تو ارشاد فرمایا:۔

”اللہ تعالیٰ کا خوف خلوت و جلوت میں رکھو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اس کیلئے ایسا رستہ اور اس کے رزق کا ایسا ذریعہ پیدا کر دیتا ہے جو کسی کے گمان میں بھی نہیں آسکتا، جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اس کے گناہوں کی معافی عطا کر دیتا ہے اور اس کا اجر دوبالا کر دیتا ہے۔ بلاشبہ اللہ کے بندوں کی خیر خواہی بہترین تقویٰ ہے تم اللہ کے ایک ایسے رستے میں ہو جس میں افراط و تفریط اور ایسی باتوں سے غفلت کی گنجائش نہیں جس میں دین کی مضبوطی اور خلافت کی حفاظت مضمر ہے۔ اس لئے کاہلی اور غفلت کو اپنے آڑے نہ آنے دینا۔“
(مسند جلد اوّل)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ میں جو جس منصب کا اہل ہوتا اور آپ سمجھتے کہ منصب پر فائز کئے جانے والا واقعی اس عہدہ کی اہلیت رکھتا ہے تو اس کی تعیناتی فرما دیا کرتے تھے چنانچہ آپ کے دورِ خلافت میں حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی جو کہ ایک مشہور اور دلیر شخصیت تھے اور اپنی مرضی سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے ان کے ساتھ ان کی قوم کے بہت سے لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ میری قوم کے جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں مجھے ان کا امیر مقرر فرما دیجئے۔ میں ان کے ذریعہ سے ایرانیوں پر حملہ کروں گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ایک اجازت نامہ لکھ دیا چنانچہ وہ وہاں سے چل کر مقام خفان میں آئے اور اپنی قوم کے باقی لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور ان کی دعوت پر سب لوگوں نے خوشی سے اسلام قبول کر لیا۔
(فتوح البلدان)

برابری کا سلوک

آپ نے اپنے دورِ خلافت میں رعایا کے حقوق کا خاص خیال رکھا۔ ہر ایک سے برابری کا سلوک کیا۔ خلافت کے ابتدائی زمانہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں زکوٰۃ و خراج کا مال لایا گیا تو آپ نے سب پر برابر تقسیم فرمادیا اور چھوٹے بڑے، آزاد غلام، مرد و عورت غرضیکہ سب کو سات سات دِرہم سے کچھ زیادہ ملا۔ پھر دوسرے برس اس سے زیادہ مال آیا تو ہر شخص کو بیس بیس درہم عطا کئے گئے۔ پروردگارِ عالم کے اس فضل و کرم کو دیکھ کر بعض لوگوں نے کہا کہ آپ نے سب لوگوں کو برابر کر دیا۔ حالانکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے فضائل ان کی ترجیح کی سفارش کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ فضائل کا ثواب اللہ تعالیٰ عطا کرے گا۔ یہ معاش کا معاملہ ہے اس میں مساوات ہی بہتر ہے۔ (کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف)

تعزیر و حدود کے معاملات

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اگرچہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پولیس کی ذمہ داریاں تفویض کی گئی تھیں مگر باقاعدہ طور پر پولیس کا کوئی محکمہ قائم نہیں ہوا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر اس قدر اضافہ کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہرہ داری کی خدمت پر مامور فرمادیا۔ اور بعض جرائم کی سزائیں متعین فرمادیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شرابی کو انجیر کی چھڑی سے چالیس ضرب کی سزا دی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اسی کو لازمی کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں ابتدائی زمانے تک اسی پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ (صحیح مسلم، ابوداؤد)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بعض نئے جرائم بھی پیدا ہوئے۔ مثلاً حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو لکھا کہ حوالی مدینہ میں ایک شخص مرض اُبنہ میں مبتلا ہے چونکہ اہل عرب کیلئے یہ ایک نیا جرم تھا اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو جلانے کا مشورہ دیا اور تمام صحابہ کرام نے اس پر اتفاق کیا۔ (الترتیب والترتیب، جلد دوم۔ تاریخ یعقوبی الترھیب من اللطواط بسند جید)

خلافت کا منصب ایک بہت بڑا اعزاز ہے اس کے باوجود خلیفہ وقت سے بھی اگر کوئی قابل مواخذہ بات سرزد ہو جاتی تو اپنے آپ کو مواخذہ سے مستثنیٰ نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان فرمایا کہ "میں صدقے کے اونٹ تقسیم کروں گا سب لوگ آئیں لیکن کوئی شخص بغیر اجازت میرے پاس نہ آئے"۔ اس کے باوجود ایک بدو اپنے ہاتھ میں مہار پکڑے ہوئے بلا اجازت آپ کے پاس چلا آیا آپ نے اسی سے اس کو مارا جب اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو اس کو بلا کر فرمایا کہ اسی مہار سے اپنا قصاص لے لو (یہ دیکھ کر) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ سنت قائم نہ کریں۔ آپ نے جواب دیا کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا۔ (اسد الغابہ)

مجلس شوریٰ کا قیام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں جب بھی کوئی فریق مقدمہ لے کر حاضر ہوتا تو آپ پہلے کتاب وسنت پر نگاہ ڈالتے اس کے بعد تمام مسلمانوں سے اس بارے میں مشورہ لیتے۔ (مسند دارمی)

آپ نے مہاجرین و انصار سے جید صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک مجلسِ شوریٰ اس مقصد کیلئے قائم کی تھی۔ اس مجلس شوریٰ میں حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم لازمی طور پر شریک کئے جاتے تھے۔ اسی مجلس شوریٰ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں نہایت وسیع، باضابطہ اور مکمل طور پر مستقل شکل دے دی تھی۔ (طبقات ابن سعد)

معاہدہ اور عہد کی پابندی

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر معاہدے اور عہد کی پاسداری کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاص خیال رکھا اور اپنے عہدِ خلافت میں اس کی پابندی کی۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ صلح کا ایک معاہدہ کیا جس کے آخری الفاظ یہ تھے:

"اس شرط پر کہ ان کا کوئی چرچ منہدم نہ کیا جائے گا۔ ان کے پادری کو جلاوطن نہ کیا جائے گا ان کو ان کے مذہب سے برگشتہ نہ کیا جائے گا جب تک کہ وہ کوئی فتنہ انگیزی نہ کریں یا سود نہ کھائیں۔" (ابوداؤد)

کتاب الخراج میں اس معاہدے کے آخری الفاظ اس طرح سے ہیں:۔

"یہ معاہدہ ان کے مال، جان، زمین، مذہب، حاضر، غائب قبیلہ چرچ غرضیکہ ہر تھوڑی بہت چیز کی حفاظت پر جو ان کے قبضہ میں ہے شامل ہے کسی پادری کو کسی راہب کو کسی کاہن کو اس کے عہدہ سے ہٹایا نہ جائے گا۔"

اس معاہدہ کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس طرح تجدید کی کہ اس کے ایک ایک حرف کو قائم رکھا۔ چنانچہ آپ کے دورِ خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل حیرہ سے جو معاہدہ کیا اس میں بھی

ذمیوں کے حقوق اور عہدِ نبوت میں کئے گئے معاہدہ کی روح کا خصوصی طور پر خیال رکھا گیا۔ اس معاہدہ کی اہم ترین شرائط میں ایک اہم شرط کے الفاظ اس طرح سے ہیں کہ:۔

ایما شیخ ضعف عن العمل او اصابته افه من الافات او کان غنیا فافتقر وصار اهل دینه یتصدقون علیه طرحت جزیته وعیل من بیت مال المسلمین هو وعیاله

جو ضعیف آدمی بیکار ہو جائے گا۔ اس کا جسم ماؤف ہو جائے گا یا کوئی مالدار شخص اس قدر محتاج ہو جائے گا کہ اس کے ہم مذہب لوگ اس پر صدقہ کرنے لگیں گے تو اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا اور اس کی اور اس کے اہل وعیال کی کفالت بیت المال سے کی جائیگی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ہونے والے اس معاہدہ سے اسلام کی روایتی رواداری کا پرتو عیاں ہوتا ہے۔ اہل حیرہ کے ساتھ ہونے والے معاہدے کی ایک شرط یہ بھی تھی:۔

"ان لوگوں کے گرجے منہدم نہ کئے جائیں گے اور وہ رات دن میں سوائے نماز کے اوقات میں ہر وقت ناقوس بجا سکیں گے اور اپنے تہوار کے موقع پر ان کو صلیب نکالنے کی اجازت ہو گی۔" (کتاب الخراج)

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وعدوں کی پاسداری کا لحاظ رکھنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فرائض میں شامل رکھا تھا۔ چنانچہ جب بحرین فتح ہوا تو وہاں سے آپ کی خدمت میں مالِ غنیمت پہنچایا گیا۔ آپ نے اعلان فرمادیا کہ اگر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذمہ کسی کا کچھ نکلتا ہے تو وہ میرے پاس آجائے۔ اس اعلان کے بعد حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو تین مرتبہ ہاتھوں سے بھر بھر کر دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی طرح دونوں ہاتھوں سے تین مرتبہ عطا فرمایا۔ (بخاری شریف)

اس موقع پر حضرت ابو بشیر مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان کے ساتھ کئے گئے وعدہ کے بارے میں بیان فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بھی چودہ سو درہم عنایت فرمائے۔ (طبقات ابن سعد)

فوج کا نظام

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے ساتھ ہی ایک مستقل فوجی نظام قائم کرلیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دینی جوش اور اخلاقی طاقت نے اس کو نمایاں ترقی دی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں باقاعدہ طور پر فوج کے مختلف دستوں کو قائم کیا گیا اور ہر دستہ کے الگ الگ سپہ سالار مقرر کئے گئے یہی وجہ ہے کہ جب شام کی مہم پر فوج روانہ کی گئی تو اس میں فوج کے ہر دستہ کے سالار کی کمان میں تین تین ہزار فوجیوں کو دیا گیا۔ پھر جب اس کے ساتھ ہی کمک روانہ کی گئی تو اس تعداد کو بڑھا کر ساڑھے سات ہزار کر دیا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی فوج کے ان دستوں کو قومی حیثیت سے مرتب کرتے ہوئے تمام امرائے فوج کو یہ حکم دیا کہ ہر قبیلہ کیلئے الگ الگ جھنڈا تیار کیا جائے۔ آپ نے امیر الامراء یعنی کمانڈر انچیف کا ایک نیا عہدہ بھی قائم فرمایا، جس کے تحت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی افواج کے پہلے کمانڈر انچیف مقرر کئے گئے۔ (فتوح البلدان)

منظم فوج کا فائدہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس نظامِ فوج کے قائم کرنے سے اسلامی فوج کو بہت فائدہ پہنچا۔ چنانچہ آپ کے عہدِ خلافت میں جب یرموک کے مقام پر مسلمانوں کی رومیوں سے جنگ ہوئی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمن کی فوجوں کو ترتیب کے ساتھ منظم انداز میں دیکھا تو اپنی فوج کو حکم دیا کہ ایسی مرتب فوج سے متفرق ہو کر نہ لڑو۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی فوج کے ۳۸ دستے ترتیب دیئے اور ہر دستہ پر الگ الگ کمانڈر مقرر کئے اور اسلامی فوج کو اس طرح ترتیب دے کر منظم کیا کہ عرب نے اس سے پہلے اس قسم کی ترتیب نہیں دیکھی تھی۔ (تاریخ طبری)

مسئلہ فدک

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد باغِ فدک اور مسئلہ خمس کے حل کے ضمن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقرباء میں کسی حد تک غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی۔ خاص طور پر خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کا زیادہ رنج تھا۔ اس بات کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی محسوس کیا چنانچہ آپ نے ان کے ساتھ ہمیشہ لطف و محبت کا برتاؤ قائم رکھا اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال سے قبل ہی اپنے بارے میں ان کے قلب کو بالکل صاف کروالیا اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راضی ہو گئیں۔ (طبقات ابن سعد)

فیصلے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم و دانش اور تقویٰ کے لحاظ سے بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ اعلیٰ درجہ کے صاحب الرائے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں چونکہ آپ کے قبیلہ بنو تمیم کے ذمہ خون بہا اور تاوان کے فیصلے کرنے کا قلمدان تھا اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو تمیم میں خون اور تاوان کے متعلق فیصلے کرتے تھے۔ جو فیصلہ آپ فرما دیتے تمام قریش اس کو تسلیم کرتے اگر کوئی دوسرا انکار کرتا تو کوئی بھی اس کا ساتھ نہ دیتا تھا۔ آپ اپنے قبیلہ کے سردار بھی تھے اور شرف و فضیلت کے حقدار بھی ٹھہرائے گئے تھے۔ لوگ اپنے معاملات میں آپ سے آکر مشورہ لیا کرتے اور آپ کی رائے کو مقدم جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن الدغنہ آپ کو راستے سے جبکہ آپ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے تشریف لے جا رہے تھے، واپس لے آیا تھا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی آپ کے ساتھ مشورے کیا کرتے تھے اور آپ کے مشوروں کو پسند فرماتے تھے اپنے زمانہ خلافت میں بہت سے ایسے مقدمات و معاملات آپ کے سامنے پیش ہوئے جن پر آپ نے قرآن و حدیث کے مطابق فیصلے صادر فرمائے اور اگر کبھی ایسا مقدمہ پیش ہوا کہ جس کے متعلق نہ قرآن پاک میں کوئی تصریح ہوتی نہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے مدد ملتی تو پھر اجماع یا قیاس سے کام لیتے اور نہایت دُرست فیصلہ صادر فرماتے۔ ذیل میں مختصر طور پر آپ کے چند فیصلوں کو ان صفحات میں درج کیا جاتا ہے۔ تا کہ آپ کی اجتہادی قوت اور موقع شناسی کے بارے میں بخوبی طور پر پتا چل سکے علاوہ ازیں آپ کی علمی بصیرت و دانائی کے پہلو سے بھی آگاہی حاصل ہو سکے۔

قتل کا حکم

واضحہ میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور کو پیش کیا گیا جس نے چوری کی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو قتل کر دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس نے تو چوری کی ہے۔ ارشاد فرمایا اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ کچھ مدت کے بعد پھر اس شخص نے چوری کی اور اس کو پھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو حکم ہوا کہ اس کو قتل کر دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس نے تو چوری کی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا ایک پاؤں کاٹ دو۔ چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اس کا پاؤں بھی کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد اس شخص نے پھر چوری کا جرم کیا حتیٰ کہ اس کے شخص کے چاروں ہاتھ پاؤں سزا کے طور پر کٹ گئے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں اس شخص نے منہ کے ساتھ چوری کی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا۔

باپ کا حصہ

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے والد کی شکایت کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میرے والد محترم میرا تمام مال مجھ سے لیکر مجھے کنگال کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کے والد سے فرمایا کہ تم اپنے بیٹے کے مال سے صرف اپنی ضرورت کے مطابق مال لے سکتے ہو (اس سے زیادہ نہیں)۔ اس شخص نے کہا، اے خلیفہ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! کیا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ "تو اور تیرا سارا مال تیرے باپ کا ہے"۔ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا، ہاں (بلاشبہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں بلکہ اس سے مراد نفقہ ہے۔ (بیہقی)

قرآن و حدیث کی اقتداء

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عمرو بن العاص اور شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بریدہ کے ذریعہ بطرین شام کا سر قلم کرکے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے اس فعل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اس پر عقبہ نے عرض کیا، یا خلیفہ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! وہ بھی تو ہمارے ساتھ اسی طرح ہی کرتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تو کیا عمرو بن عاص اور شرجیل بن حسنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) فارس و روم کی اقتداء کرتے ہیں۔ خبردار! آئندہ کسی کا سر قلم کرکے نہ بھیجا جائے۔ بس اقتداء کیلئے قرآن حکیم اور حدیث پاک کافی ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

مسئلہ وراثت

کتب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک دادی اپنا ترکہ اور وِرثہ حاصل کرنے کی غرض سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ قرآن حکیم اور حدیثِ مبارکہ میں تمہارا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اس لئے تم اس وقت تو جاؤ پھر آنا تاکہ میں لوگوں سے معلومات کرلوں اور ان سے کوئی حدیث پاک پوچھ کر تم کو بتاؤں گا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے اس بارے میں مشورہ کیا اور اس قسم کی حدیث کے بارے میں پوچھا (کہ جس سے دادی کا حصہ اور مطلوبہ وِرثہ ثابت ہو) اس پر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری موجودگی میں دادی کو چھٹا حصہ دلوایا تھا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا، کیا اس وقت تمہارے ساتھ اور بھی کوئی موجود تھا؟ اسی وقت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یا خلیفہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! بالکل اسی طرح ہے جو مغیرہ نے بیان کیا ہے (یعنی میں اس کا گواہ ہوں)۔ اس گواہی کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دادی کو چھٹا حصہ دیئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء)

اس ضمن میں ایک اور واقعہ اس طرح سے ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک نانی اور ایک دادی اپنا ترکہ حاصل کرنے کی غرض سے آئیں تو آپ نے نانی کو ترکہ دلا دیا۔ یہ دیکھ کر قبیلہ بنو حارثہ سے تعلق رکھنے والے حضرت عبد الرحمٰن بن سہل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کہ غزوہ بدر میں بھی موجود تھے، اُٹھ کر عرض کیا، یا خلیفہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! آپ نے نانی کو حصہ دلا دیا حالانکہ اگر نانی کا انتقال ہو جائے تو اس کی وِراثت محجوب نواسی کو نہیں مل سکتی۔ یہ سن کر آپ نے ترکہ کا حصہ نانی اور دادی دونوں کے مابین تقسیم کرا دیا۔ (تاریخ الخلفاء)

چور کو سزا

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جناب قاسم بن محمد سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ یمن کا ایک شخص جس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹا ہوا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاشانہ اقدس پر حاضر ہوا اور یمن کے عامل کی شکایت کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ وہ شخص رات کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ہی قیام پذیر رہا اور ساری رات عبادت میں مشغول رہا۔ آپ نے جب اس چور کو اس قدر عبادت گزار دیکھا تو خود پر افسوس کیا اور کہا کہ "میری رات اس کی رات سے اچھی نہ رہی"۔

اسی اثناء میں معلوم ہوا کہ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا زیور گم ہو گیا ہے اور وہ مہمان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر لوگوں کے ساتھ برابر ڈھونڈتا رہا اور اپنے میزبان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے دعائے خیر مانگتا رہا، آخر کار تلاش و جستجو کے بعد وہ زیور ایک زرگر کے پاس سے برآمد ہو گیا اور پتا چلا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مہمان چور اس کو چرا کر زرگر کے پاس لایا تھا۔ آخر کار اس نے خود ہی چوری کا اعتراف کر لیا یا کسی نے گواہی دی۔ چنانچہ آپ نے اس کے بائیں ہاتھ کو کاٹ ڈالنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا، واللہ! اس کی دعا مجھ پر اس کی چوری سے زیادہ ناگوار تھی۔ (تاریخ الخلفاء)

سزا کے بارے میں احتیاط

ایک مرتبہ آپ ایک شخص پر بے حد خفا ہوئے۔ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی اس قدر برہمی دیکھی تو عرض کیا، یا خلیفہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! اس کا سر قلم کر دیجئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کا نام سنا تو خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد غصہ ٹھنڈا ہوا تو حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بلا کر پوچھا اگر میں اس کو قتل کرنے کا حکم دیتا تو کیا واقعی اس کو قتل کر دیتے؟ عرض کیا ہاں۔ ارشاد فرمایا، اللہ کی قسم! رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ (ابوداؤد و نسائی)

اسی طرح ایک مرتبہ آپ کے دورِ خلافت میں یہ واقعہ پیش آیا کہ مہاجر بن ابی اُمیہ جو کہ یمامہ کے حاکم تھے۔ کچھ لوگ دو گانے والی عورتوں کو پکڑ کر ان کے پاس لائے ان میں سے ایک رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اطہر میں گستاخیاں کرتی تھی، جبکہ دوسری عورت مسلمانوں کی مذمت و ہجو (پر مبنی الفاظ والے گیت گایا) کرتی تھی۔ یمامہ کے حاکم نے ان دونوں عورتوں کے ہاتھ کٹوا دیئے اور ان کے دانت بھی اُکھڑوا دیئے۔

اس سزا کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی تو آپ نے یمامہ کے حاکم کے نام لکھا کہ:۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے دو عورتوں کو اسطرح سزا دی ہے۔ اگر تم نے ان کو سزا دینے میں جلدی نہ کی ہوتی تو میں اس عورت کیلئے جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کی ہے قتل کی سزا تجویز کرتا۔ اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان تمام لوگوں سے ارفع و اعلیٰ ہے اگر کوئی مسلمان ایسی گستاخی کرے تو وہ مرتد ہے یا غدار محارب ہے (یعنی جس سے جنگ کرنا فرض ہے) اور اس عورت کے بارے میں جو مسلمانوں کی ہجو کرتی ہے یہ حکم دیتا کہ اگر وہ مسلمانی کی دعویدار ہے تو پھر اس کو شرم دلانی چاہیے اس کے ہاتھ پاؤں نہ کاٹنا چاہیے تھے اور اس کو ادب سکھانا چاہیے تھا اور اگر وہ ذمیہ ہے تو اس کی یہ حرکت شرک سے بڑھ کر تو نہیں تھی جب اس کے شرک پر صبر کر لیا ہے تو پھر اس کی اس حرکت پر بھی صبر کر لینا چاہیے تھا۔ ہاتھ پاؤں کٹوانا سوائے قصاص کے مکروہ ہے اس لئے کہ سزا یافتہ لوگ تو ہمیشہ لوگوں کے سامنے خود ہی شرمسار رہتے ہیں۔ لہٰذا اب ان عورتوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو۔"

(تاریخ الخلفاء)

خدمتِ خلق

خدمتِ خلق کے معاملہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ پیش پیش رہا کرتے تھے اور کوشش کرتے کہ دوسروں پر سبقت لیجائیں۔ یہ آپ ہی کے دورِ خلافت کا واقعہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے اطراف میں ایک بوڑھی عورت رہا کرتی تھی۔ جو آنکھوں سے نابینا تھی اس بڑھیا کی خدمت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ کوئی رشتہ دار، عزیز و اقارب نہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر روز رات کے وقت اس بڑھیا کے گھر تشریف لاتے اور اس کے گھر کا تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کے بعد پانی بھی بھر کر رکھ جاتے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے معمول کے مطابق رات کے وقت اس بڑھیا کے گھر تشریف لے گئے آپ کیا دیکھتے ہیں کہ اس بڑھیا کے گھر کا سارا کام ان سے پہلے ہی کوئی اور کر کے چلا گیا۔ آپ واپس آگئے دوسرے دن معمول کے مطابق رات کو تشریف لے گئے دیکھا تو پھر پہلے کی طرح کوئی گھر کا کام کر کے چلا گیا تھا۔ اس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند دن تک مزید آتے رہے اور یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے کہ اس بڑھیا کا کام کوئی اور کر کے چلا گیا ہے۔

آخر ان کو جستجو ہوئی کہ یہ کون ہے جو مجھ سے سبقت لے جاتا ہے مجھ سے پہلے ہی بڑھیا کے پاس آجاتا ہے اور اس کے گھر کا سارا کام کر کے چلا جاتا ہے۔ انہوں نے اس معمہ کو حل کرنے کا ارادہ کر لیا اور اگلے دن بہت جلدی آکر انتظار کرتے رہے کہ دیکھیں کون آتا ہے اور بڑھیا کی خدمت کر کے جاتا ہے ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چپکے سے تشریف لائے اور اس بڑھیا کے گھر کا کام کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت حیران ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء، کنز العمال)

بکریاں دوھنا

آپ گھر کے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے اکثر بھیڑ بکریاں خود ہی چرا لیتے تھے۔ محلّہ میں اگر کسی کا کوئی کام ہوتا تو وہ بھی کر دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات محلّہ داروں کی بکریاں بھی دوھ دِیا کرتے تھے۔ جب منصبِ خلافت پر فائز کئے گئے تو محلّہ میں ایک لڑکی کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اب خلیفہ منتخب ہو گئے ہیں، لہٰذا اب ہماری بکریاں کون دوہے گا؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سنی تو فرمایا:۔

"اللہ کی قسم! میں بکریاں دوہوں گا اور مجھے اُمید ہے کہ مخلوق کی خدمت کرنے سے خلافت مجھے باز نہ رکھے گی۔"

(طبقات ابن سعد)

زہد و تقویٰ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زہد و تقویٰ میں بہت بلند مرتبہ رکھتے تھے اور اس معاملہ میں خاص طور پر احتیاط کیا کرتے تھے۔ آپ میں زہد و تقویٰ کی صفات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ آپ کے زہد و تقویٰ کے بارے میں بہت سے واقعات احادیثِ مبارکہ میں بیان ہوئے ہیں جن میں سے چند واقعات حسبِ ذیل ہیں:۔

مشتبہات سے پرہیز

آپ کے پاس ایک غلام تھا جس کی مزدوری اور اُجرت میں سے آپ نے اپنا کچھ حصہ مقرر کر رکھا تھا جو آپ اپنے استعمالات میں لاتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ غلام کوئی کھانے کی چیز لے کر آیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس چیز میں سے اپنا حصہ لے کر اسے تناول فرمالیا۔ اس غلام نے آپ سے کہا، کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے یہ چیز کس طرح حاصل کی ہے؟ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کس طرح حاصل کی ہے؟ وہ غلام کہنے لگا کہ جاہلیت کے دِنوں میں میرا پیشہ کہانت تھا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ کہانت جھوٹی سچی پیشن گوئیاں ہوتی ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کو فال بتائی تھی۔ اس وقت اس نے مجھے کچھ نہیں دیا تھا۔ آج اتفاق سے وہ شخص مجھے مل گیا اور اس نے میری کہانت کے معاوضے کے طور پر مجھ کو یہ چیز دی جو میں نے آپ کو کھلادی۔ یہ سن کر آپ نے اپنے حلق میں انگلیاں ڈالیں اور قے کر کے کھائی ہوئی چیز باہر نکال دی۔ (بخاری شریف)

دنیا سے بے رغبتی

ایک دن آپ نے پینے کیلئے پانی مانگا تو لوگ شہد کا شربت لے آئے اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے پیالے کو منہ لگا کر ہٹالیا اور رونے لگے جو لوگ پاس بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی رو پڑے۔ تھوڑی دیر کیلئے چپ ہوگئے پھر دوبارہ رونا شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا آخر آپ کیوں روئے؟ فرمایا، ایک دن حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی چیز کو دھکیل رہے ہیں۔ حالانکہ کوئی شخص آپ کے پاس نہ تھا۔ میں نے پوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ آپ کس کو دھکیل رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا، دنیا میرے سامنے مجسم ہو کر آئی ہے میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جا وہ ہٹ گئی پھر دوبارہ آئی اور کہا کہ آپ مجھ سے بچ کر نکل جائیں تو نکل جائیں لیکن آپ کے بعد لوگ مجھ سے نہیں بچ سکتے۔ مجھے یہی واقعہ یاد آگیا اور مجھے خوف پیدا ہوا کہ وہ کہیں مجھ سے چمٹ نہ جائے۔ (اسد الغابہ)

دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ کسی بھی دنیاوی منصب و مرتبہ کی خواہش نہ تھی بارہا اس بات کو اپنے خطبوں میں ارشاد فرماتے کہ اگر کوئی اس بار (منصبِ خلافت) کو اُٹھانے کیلئے تیار ہوجائے تو وہ بڑی خوشی کے ساتھ سبکدوش ہوجائیں گے۔

(طبقات ابن سعد)

حیاء

تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی آپ کو کسی نامعلوم راستے کی طرف لے کر چلا اور کہنے لگا کہ اس راہ میں ایسے آوارہ گرد اور بدمعاش قسم کے لوگ رہتے ہیں کہ اس طرف گزرنے سے بھی حیا آتی ہے۔ اس شخص کی اس بات کو سننا تھا کہ زمین نے پاؤں پکڑ لئے اور یہ کہہ کر واپس لوٹ آئے کہ "میں ایسے شرمناک راستے سے نہیں جاسکتا"۔ (کنز العمال)

زہد کی اعلیٰ مثال

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اپنی ساری دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں صَرف کر دی اور پھر یوں ہوا کہ جب خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو آپ پر بیت المال کا قرضہ واجب الادا ہو گیا۔ شان بے نیازی یہ تھی کہ اس بات کو گوارہ نہ کیا کہ بیت المال کا ایک حبہ بھی اپنی ذات پر صرف کیا جائے اور اولاد کیلئے چھوڑا جائے، چنانچہ وصال کے وقت وصیت فرمائی تو سب سے پہلے یہ فرمایا کہ میرا فلاں باغ فروخت کر کے بیت المال کا قرضہ ادا کر دیا جائے، اور میرے مال میں سے جو چیز فالتو دکھائی دے وہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دی جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انتقال کے بعد جب جائزہ لیا گیا تو صرف یہ چیزیں زیادہ نکلی تھیں: ایک لونڈی، ایک غلام اور دو اُونٹنیاں۔ چنانچہ اسی وقت یہ سب چیزیں (وصیت کے مطابق) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دی گئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور روتے ہوئے فرمایا، ابو بکر! اللہ آپ پر رحم کرے آپ نے وصال کے وقت بھی زہد کا دامن نہ چھوڑا اور کسی کو نکتہ چینی کا موقع نہ دیا۔ (طبقات ابن سعد)

نیک خصلت

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طبعاً برائیوں اور کمینہ خصلتوں سے احتراز کرنے والے تھے۔ آپ نے زمانہ جاہلیت ہی میں اپنے اوپر شراب حرام کر لی تھی۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے کبھی شراب پی ہے؟ آپ نے فرمایا، نعوذ باللہ کبھی نہیں۔ اس نے پوچھا کیوں؟ آنے فرمایا، میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے بدن میں سے بو آئے اور مروت زائل ہو جائے۔ یہ گفتگو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں بیان کی گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا کہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سچ کہتے ہیں۔ (تاریخ اسلام)

کرامات

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات کے حوالے سے ذیل میں آپ کی چند کرامات کا تبرکاً ذکر کیا جاتا ہے
ان کو پڑھ کر ایمان کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت دل میں مزید مضبوط وپختہ ہو جاتی ہے۔

کھانے میں برکت

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ (والد محترم) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے پاس تین مہمان آئے اور آپ خود شام کو کھانا کھانے حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے کافی رات گزر گئی
تو واپس پلٹے میری والدہ نے عرض کیا، آپ کو مہمانوں کا خیال نہیں رہا۔ پوچھنے لگے کہ کیا تم نے انہیں شام کا کھانا نہیں کھلایا؟
عرض کیا انہوں نے آپ کے آئے بغیر کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، بخدا میں اب بالکل کھانا
نہیں کھاؤں گا۔ پھر فرمانے لگے کھاؤ۔ مہمانوں میں سے ایک فرماتے ہیں اللہ کی قسم! ہم جو لقمہ بھی اُٹھاتے تو نیچے والا کھانا پہلے سے
بھی زیادہ بڑھ جاتا ہم سب سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانے کو دیکھا
تو پہلے جتنا یا اس سے بھی زیادہ پایا۔ اپنی زوجہ محترمہ سے فرمانے لگے، اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا،
میری آنکھوں کی ٹھنڈک! یہ تو اب پہلے سے بھی تین گنا زیادہ ہو چکا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس سے
کھایا اور فرمانے لگے، وہ قسم تو شیطان کی کوشش تھی۔ پھر اس کھانے کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔
صبح کے وقت کھانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا ان دونوں مسلمانوں اور ایک قوم کے درمیان عہد تھا۔ عرصہ پورا ہو گیا
ہم نے بارہ اشخاص کو تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ہر شخص کے ساتھ اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کتنے آدمی تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
وہ کھانا انہیں بھیج دیا اور ان سب نے وہ کھانا کھایا۔ (بخاری و مسلم)

غیب کی خبر

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ کرامت بھی مشہور ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایتِ صحیحہ میں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے مقام غابہ کے مال سے بیس وسق (ایک وسق ساٹھ صاع جبکہ ایک صاع تقریباً چار کلو گرام) متعین فرمائے تھے۔ جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنی پیاری بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا، پیاری بیٹی! میرے انتقال کے بعد تیرا غنی ہونا مجھے مرغوب ہے اور میرے وصال کے بعد تیرا محتاج ہونا مجھے سخت دُشوار ہے۔ میں نے تیرے لئے بطورِ عطیہ بیس وسق مقرر کئے تھے اگر تم وہ مال لے چکی ہوتی تو بہت اچھا ہوتا لیکن اب وہ مال وِراثت ہے۔ اب تمہارے ساتھ دو بھائی اور دو بہنیں ہیں جو کہ وراثت میں شریک ہیں، قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق تقسیم کرلینا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، میرے والد محترم! اگر بے شمار مال ہوتا تب بھی میں اسے چھوڑ دیتی لیکن میری بہن تو صرف اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں یہ دوسری (بہن) کون ہے؟ جس کا ذکر آپ فرمارہے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، وہ جو تمہاری ماں کے پیٹ میں ہے وہ لڑکی ہے (جب وضع حمل ہوا) تو وہ لڑکی ہی تھی۔

اس کرامت کے حوالے سے علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں دو کرامتیں ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی کرامت یہ ہے کہ وہ اس مرض میں وصال فرما جائیں گے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ اب وہ مال وارثوں کا مال ہے۔ دوسری کرامت یہ کہ انتقال کے بعد ان کی اولاد ہوگی اور وہ بچی ہوگی۔ اس کے ظاہر کرنے کا بھید یہ ہے کہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل کو مائل و نرم کر رہے تھے کیونکہ دیئے ہوئے مال پر تا حال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قبضہ نہیں فرمایا تھا۔ واپس لے رہے تھے۔ لہٰذا اب انہیں صرف اپنا حصہ لینا ہوگا اور اس مال میں ان کے دو بھائی اور دو بہنیں بھی حصہ دار ہوں گی۔ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ان کے دل کو مائل فرمارہے تھے اور مقصود استطاعت قلبی تھی۔ یہ جملہ ہے کہ اپنے انتقال کے بعد میں تجھے غنی دیکھنے کا خواہاں ہوں اور یہ مال کسی اور اجنبی یا دور کے رشتے دار کو نہیں مل رہا ہے۔ بلکہ تمہارے بھائیوں اور بہنوں کو ہی مل رہا ہے۔ ان جملوں میں بے حد رقت بھری ہوئی ہے۔

(جامع کرامات اولیاء)

ازواج و اولاد

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے پہلی شادی قبیلہ بنت عبد العزیزی سے ہوئی تھی ان کے بطن سے حضرت عبد اللہ بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ تھیں) کی ولادت ہوئی۔ آپ کی دوسری بیوی اُم رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں ان کے بطن سے حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت ہوئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بھی نکاح کیا تھا جو کہ جعفر بن ابی طالب کی بیوہ تھیں ان کے بطن سے محمد بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھنے والی حضرت حبیبہ خارجہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بھی آپ نے نکاح کیا تھا ان کے بطن سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد آپ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت ہوئی تھی۔ (طبقات، تاریخ اسلام)

ختم شد